اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور

۷ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ ○ جمعہ

۲۳ مارچ کو ۶ ہزار گولیاں چلیں اور دیکھتے دیکھتے ۲۰ افراد لقمۂ اجل بن گئے

مولانا مفتی محمود کی تقریر اندرونی صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

قیمت ایک روپیہ

20/37

نگرانِ اعلیٰ

مفتی محمود

دجلہ ہے اتحاد

ملت کے سب دکھوں کا مداوا ہے اتّحاد
پیر و جواں کے دل کی تمنّا ہے اتّحاد

تاریکیوں میں اس نے بکھیری ہے روشنی
ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا ہے اتحاد

ہر گام پہ ہے عدل و مُساوات کا نقیب
ہر پارٹی سے برتر و اعلیٰ ہے اتحاد

جو لُوٹتے رہے ہیں شب و رُوز قوم کو
ان رہزنوں کو اب بھی کھٹکتا ہے اتحاد

کرتی رہے ہزار جتن مجرموں کی ڈار
محنت کشوں کے درد کا چارا ہے اتحاد

مقصد ہے جن کا مِلّتِ بیضا میں افتراق
ان حاسدوں کے منہ پہ طمانچہ ہے اتحاد

یہ آ رہی ہے اب در و دیوار سے صدا
تشنہ لبوں کے واسطے دجلہ ہے اتحاد

اکرام القادری

شاباش
چوہدری ظہور الٰہی

پڑا ہے بھٹو کا لاہور میں ظہورؔ سے پیچ
عوام دیکھنے آئیں گے دُور دُور سے پیچ

کہا ظہور الٰہی نے ہنس کے بُھٹو سے
یہ انقلاب ہے، فدوی کا ہے حضور سے پیچ

مقابلے پہ اُتر آئے اَسوَد و ابیض !!
کرے گی شب کی سیاہی، سَحَر کے نور سے پیچ

وہ ساتھ عقل کا دیں گے جو عقل والے ہیں
پڑے جہاں بھی کہیں عقل کا فتور سے پیچ

لذیذ و شیریں ہے یہ، وہ ہے بدمزہ کڑوا
تو کیسے کھائے نہ حنظل بھلا کھجور سے پیچ

دعا کرو کہ شرافت کا بول بالا ہو !!
شریف لوگو! شرافت کا ہے شرور سے پیچ

جہاں یہ ہوگی وہاں فصل ہو نہیں سکتی
ہمیشہ کھاتے ہیں دہقاں امینؔ تھور سے پیچ

سیّد امین گیلانی



جلد نمبر ۳۰ شمارہ نمبر ۳۷

جمعۃ المبارک ۲۳ ستمبر ۱۹۷۷ء ۸ شوال المکرم

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

سیاسی سرگرمیاں

وطن عزیز میں ایک مرتبہ پھر سیاسی سرگرمیوں کی بہار کا آغاز ہو چکا ہے جس طرف نظر اٹھایئے رنگ رنگ کے پرچموں اور بینروں کی فصل اُگی ہوئی ہے۔ دکانوں، مکانوں اور گلی کوچوں میں پاکستان قومی اتحاد کے پرچم لگے ہوئے ہیں اور بجلی کے کھمبوں پر پیپلز پارٹی کے۔ شاید اس مرتبہ پیپلز پارٹی والے کھمبوں سے ووٹوں کی زیادہ آس لگائے ہوئے ہیں۔

جلوسوں کی تو پابندی ہے، انتخابی جلسوں کا بھرپور آغاز ہو چکا ہے۔ پیپلز پارٹی نے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لیے راولپنڈی کے لیاقت باغ کو منتخب کیا جہاں اس کے دور میں اپوزیشن کے جلسہ پر اندھا دھند فائرنگ کر کے بیسیوں وطن کے باسیوں کا سلسلۂ حیات منقطع کیا گیا تھا۔ اور سینکڑوں محبانِ وطن زخمی ہوئے تھے۔ اس جلسے میں جس قسم کی بدنظمی، افراتفری اور دھینگا مشتی کا مظاہرہ کیا گیا وہ عیاں راچہ بیاں کا مصداق ہے۔ جلسے کی رونق دوبالا کرنے کے لیے مس بے نظیر بھٹو کو بھی لایا گیا تھا۔ جنہیں پیپلز پارٹی کے شریف کارکنوں کی ایک ٹکڑی نے اٹھا کر اسٹیج پر پہونچایا۔ اس مرتبہ نفری میں اضافہ کے لیے گو ایف ایس ایف کے سفید پوش جوان موجود نہیں تھے، مگر اس کمی کو ضلع کیمبل پور، ضلع جہلم، ضلع راولپنڈی کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں سے لوگ برآمد کر کے پورا کر لیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں "عوامی دور" کے فیض یافتہ ایجنسی ہولڈروں اور ڈپو ہولڈروں نے خاصہ کردار ادا کیا—!

اس جلسہ میں جہاں تک پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کی تقریروں کا تعلق ہے تو وہی پرانی راگنی الاپتے رہے۔ مختلف سُروں میں ایک ہی راگنی۔ یعنی ہائے غریب عوام، وائے غریب عوام۔ بیگم نصرت بھٹو نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم اپنا سارا کنبہ اس ملک اور اس کے غریب، عوام پر قربان کر دیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ چھ سالہ دورِ اقتدار میں تو آپ نے اپنے خاندان کے کسی فرد کی انگلی تک نہیں کٹوائی۔ اب ایک دم سے پورا کا پورا خاندان ذبح کرانے کے لیے کیسے تیار ہو گئیں؟ گذشتہ چھ سالہ شرمناک دور اقتدار میں تو آپ کے شوہر نامدار نے چن چن کر سیاسی رہنماؤں کو قتل کروا کر اپنی آمریت کا محل تعمیر کیا۔ نہ صرف سیاسی رہنماؤں کو قتل کیا، بلکہ ان کے معصوم اور نوخیز بچوں کو بھی خاک و خون میں تڑپایا—!!!

یہ جھانسے، یہ لارے اور یہ جھوٹے دعوے اب یہ قوم سننے کے لیے تیار نہیں۔ اب یہ قوم گراں خوابی کا دور گذار چکی ہے۔ اس بہادر قوم نے حالیہ تحریکِ نظام مصطفیٰ میں خون کا دریا عبور کر کے منزل کو قریب کیا ہے۔ اسے اب کوئی نعرہ فریب نہیں دے سکتا۔ رہی غریبوں کی ہمدردی کی بات اور غریبوں پر سب کچھ قربان کر دینے کی بڑ تو اب غریب نے بھی آپ کی غریب نوازی اور نادار پروری کے مزے چکھ لیے ہیں۔ اسے اب آپ کے لطفِ بے کراں کی ضرورت نہیں ہے۔

اب غریب، محنت کش اور مزدور کسان پر یہ حقیقت واشگاف ہو چکی ہے کہ مفلسوں کے حقوق کا تحفظ اور ان کے دُکھوں کا مداوا اگر کوئی نظام کر سکتا ہے تو وہ اسلامی نظام ہے اور اسی عظیم مقصد کے لیے پاکستان قومی اتحاد جدّ و جہد کر رہا ہے —— یہی بات پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں نے پشاور کی تاریخ کے سب سے بڑے جلسے میں اپنی قوت اور عزم و یقین سے دُہرائی ہے۔ جواباً ... کے نفاذ کے لیے ہر حال میں ہر قسم کی قربانی دینے

انتخابی مہم کا آغاز کرتے ہوئے ایک بار پھر ... صوبہ سرحد کے غیور عوام نے بھی اسلامی نظام کا اعلان کیا ہے۔

باقی ص

مکتوب خانیوال

عمیر الہاشمی

اسلامیانِ پاکستان نظامِ مصطفےٰ

کے نفاذ کے لیئے یکجا ہو چکے ہیں!!

رمضان المبارک کا آخری جمعہ ہے شہر خانیوال "جی ہاں" وہی خانیوال جہاں تحریک نظامِ مصطفےٰ کے سلسلے میں بیش بہا قربانیاں دی گئیں اور خصوصاً یکم مئی کو اہلِ شہر نے جس جواں مردی و بلند حوصلگی کا مظاہرہ کیا' اس کا تصور مسلمانوں سے ہی متعلق ہو سکتا ہے۔

جرأت و عزیمت کے اس بے مثال مظاہرے کے بعد کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق ملتان میں پیپلز پارٹی کے "ٹھیکیدار" جو اب خیر سے امید وار بھی ہے' قومی اسمبلی کے' نے خانیوال میں جوابی مظاہرہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ مگر ملتان کے جیالے سپاروں نے اس چیلنج کا جواب جس انداز سے دیا تھا... !!! کم از کم الفاظ اس کا احاطہ کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ آج بھی پیپلز پارٹی کی ذریت اس تصور سے لرزہ بر اندام ہے۔

قارئین کرام جمعۃ الوداع کے موقعہ پر اسی "شہر خرابی" میں آپ کو ایک افطار پارٹی میں لے چلتے ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر دعوت نامہ نہ ہونے پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پورے شہر کو عمومی دعوت ہے۔ بلکہ اعلانیہ دعوت ہے۔

یارانِ نکتہ دان اور یارانِ نکتہ سنج سبھی کے لیے دعوتِ عام ہے۔

عمومی دعوت کے علاوہ خصوصی دعوت پر ضلع ملتان کے تمام امید وارانِ قومی و صوبائی اسمبلی جن کا تعلق پاکستان قومی اتحاد سے ہے' کو اس افطار پارٹی میں تشریف لانا ہے۔

آپ کی ہچکچاہٹ اور مزید تسلی کے لیے یہ بھی عرض کیے دیتے ہیں کہ اس پارٹی کا کوئی "خاص" مقصد نہیں ہے صرف اتنا کہ پورے ملک میں افطار پارٹیاں ہو رہی ہیں سو یہاں بھی ہو رہی ہے اور ویسے بھی عمومی سیاسی سرگرمیوں پر مارشل لاء نافذ ہے۔ عوام سے رابطہ اور احباب کے مل بیٹھنے کی یہی ایک شکل ہے۔ اس لیئے ہمیں بھی اس سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

چلتے چلتے یہ بھی بتا دوں کہ منتظمین بھی کوئی موقع پرست سرمایہ دار یا ازلی کاسہ لیسوں کا خانوادہ نہیں بلکہ شہر کے غریب اور متوسط طبقہ کے افراد اس عظیم پارٹی کا اہتمام کر رہے ہیں خصوصاً جمعیۃ القریش کے چند مخلص دوست مثلاً حاجی محمد یوسف' شیخ عبدالغفار' احمد علی' عبدالکریم اور شیخ نصیر الدین وغیرہ پیش پیش ہیں۔

عصر کے بعد ہی شیخ عبدالشکور کے کارخانے جس کے احاطہ میں اس پارٹی کا اہتمام ہے کے دروازے پر دو رویہ قطار مدعوین کو خوش آمدید کہنے لگیں۔ لوگ اس انداز سے شریکِ محفل ہو رہے تھے کہ گویا شہر کے تمام راستے اسی کارخانے پر ختم ہو رہے ہیں اور علماء ایک جماعت ایک قیادت ایک منشور کی طرح ایک منزل پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔

کارخانے کے احاطہ میں عجیب منظر تھا۔ چاروں طرف مخلوقِ خدا موجود ہے۔ کم از کم دو ہزار افراد شریکِ محفل ہیں اور پاکستان قومی اتحاد خانیوال کے معروف راہنما مولانا محمد رمضان صاحب جو جمعیۃ علمائے اسلام خانیوال کے نائب امیر بھی ہیں اور تحریک گذشتہ میں اہلِ خانیوال کی جس جرأت و ہمت کے ساتھ انہوں نے قیادت کی ہے' اہلِ شہر آج بھی اس پر فخر کرتے ہیں' مجمع سے مخاطب ہیں۔ ہم بھی خاموشی کے ساتھ ایک کونہ میں بیٹھ جاتے ہیں۔ مولانا تقریر کیا کرتے ہیں' بس لوگوں کے دلوں میں جرأت کی شمعیں روشن کرتے چلے جاتے ہیں۔ خود بھی سادہ ہیں' لہٰذا بڑی سادگی سے مدعا و مقصد واضح کرتے ہیں' اور لوگ ہیں کہ گوش بر آواز رہتے ہیں۔

اسی اثنا میں ہماری نظر مولانا عبدالوحید ربانی پر پڑی تو طبیعت کا باغ اور کھل اٹھا

باقی صفحہ ۱۱ پر

الطاف حسین
کے قلم سے

بھٹو ظلم و تشدد، جبر و استحصال کا نام ہے

پاکستان کی تاریخ میں کوئی شخص دوبارہ وزیراعظم نہیں بن سکا

ہم مارشل لا کے ذریعہ نہیں بلکہ عوام کے تعاون سے بھٹو کو سیاسی موت مارنا چاہتے ہیں!

پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود مدظلہ کے دورہ ہزارہ کے دوران مانسہرہ، بفہ اور ڈھوڈیال کے مقامات پر ولولہ انگیز خطاب

حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ نے رمضان شریف کا دوسرا عشرہ بلوچستان کے طوفانی دورہ میں گذارا۔ ۲۵ رمضان المبارک کو میں مانسہرہ کے دورہ پر گیا تو ہر طرف یہ شور تھا کہ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود ۱۰ بجے تشریف لا رہے ہیں۔ میں جمعیت کے فعال کارکن جناب محمد نواز خان رومی جیولرز والوں کے پاس دکان پہنچ گیا انہوں نے بھی اس خبر کی تصدیق کی۔ ابھی ان سے باتیں ہی ہو رہی تھیں کہ چند کاریں سڑک پر نعرے لگاتی ہوئی گزریں اور دس بجنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔ ہم لوگ قائد محترم کی وقت کی پابندی سے بہت متاثر ہوئے۔ وہ کاروں کے قافلے میں ایبٹ آباد سے تشریف لا رہے تھے۔

پاکستان قومی اتحاد مانسہرہ کو مفتی صاحب کی آمد کا صحیح علم نہیں تھا اس لیے کوئی خاطر خواہ انتظام نہ کر سکے۔ کشمیر روڈ سے متصل نثار خان کی کوٹھی کے صحن میں خطاب کا انتظام کیا گیا۔ جلسے کے لیے کوئی اعلان بھی نہ ہو سکا تھا، لیکن یہ خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور اہل شہر کوٹھی کے صحن میں جمع ہو گئے اور اپنے عظیم قائد کے دیدار کے لیے بے چین تھے۔

جلسہ کا پروگرام باقاعدہ شروع ہو چکا تھا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ہزارہ کے بزرگ رہنما جناب قاضی خلیل احمد (بالاکوٹ والے) سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کے انتظار کی بے چینی کو قاضی صاحب کی گھن گرج اور پیپلز پارٹی کے کھوکھلے نعروں نے کم کیا۔ [illegible] قاضی صاحب نے فرمایا کہ بھٹو نے اپنے سوشلزم کے دعوے کو پھر دہرایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم انشاء اللہ اس مرتبہ پاکستان کو سوشلزم کا قبرستان بنا دیں گے اور اس ملک میں اسلامی نظام رائج کریں گے جس کا عملی نمونہ حضرت مولانا مفتی محمود نے اپنے سرحد کے دور اقتدار میں دنیا کو دکھا دیا۔ [illegible] بعد ازاں مانسہرہ سے صوبائی اسمبلی کے امیدوار جناب جاوید احمد سواتی نے مختصر خطاب کیا۔ انہوں نے [illegible] کا تحریک نظام مصطفےٰ میں کردار اور [illegible] قربانیاں [illegible]

اس کے بعد مانسہرہ سے قومی اسمبلی کے امیدوار شوکت خان [illegible] نے فرمایا کہ اس وقت ملک کی [illegible] سابقہ تمام [illegible] زیادہ ہے۔ اس دفعہ آپ نے سوشلزم اور اسلام میں سے ایک نظام کو اپنانا ہے۔ تحریک نظام مصطفےٰ میں اہل ہزارہ کے علماء، وکلاء، طلباء نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے فرمایا کہ آئندہ بھی ہم قائد محترم کے اشارہ ابرو پر ہر قسم کی قربانی دینے کا یقین دلاتے ہیں۔

اب تقریباً گیارہ بج چکے تھے۔ لوگوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو چکا تھا۔ اب ان کی متجسس نگاہیں اس کمرہ کی طرف لگی ہوئی ہیں جہاں حضرت مفتی صاحب مقامی لیڈروں سے علاقہ کی سیاسی صورت حال کے بارے میں بات چیت کر رہے ہیں۔ قاضی خلیل صاحب نے جوں ہی حضرت مفتی صاحب کا تقریر کے لیے نام پکارا۔ تو نعرہ ہائے تکبیر سے پنڈال گونج اٹھا۔ لوگوں کے چہرے کھل اٹھے۔ مفتی صاحب قلندرانہ شان سے سٹیج پر تشریف لائے تو میدان پر یکدم سکوت طاری ہو گیا۔

سلام مسنون کے بعد

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ نے فرمایا [illegible]

[illegible] محترم بزرگو، بھائیو، دوستو! [illegible] آپ [illegible] گرمجوشی

اور محبت سے میرا خیر مقدم کیا ہے۔ میں اس کے لیے آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آج پاکستان کے عوام کو سیاسی، فکری اور نظریاتی جنگ کا سامنا ہے۔ اس کا فیصلہ ۱۸/ اکتوبر کو ہونا ہے۔ اس فکری نظریاتی جنگ میں دو جماعتیں بالمقابل کھڑی ہیں، یعنی پاکستان قومی اتحاد اور پاکستان پیپلز پارٹی۔ پیپلز پارٹی کا چھ سالہ دور آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے اس کا کردار اس کے سیاہ کارنامے دیکھے۔ اس پارٹی نے کیا کچھ نہیں کیا۔ پاکستان میں سیاسی قتل، اغوا، غبن، لوٹ کھسوٹ، ملکی معیشت کی تباہی، جمہوریت اور شہری آزادی کو دلیس نکالا دیا یہ ہیں ان کے کارنامے۔ اور یہ تمام کارنامے انہیں پریشان کیے ہوئے ہیں۔ تحقیقات شروع ہو چکی ہے۔ خیر اس پارٹی کے چار نعرے ہیں۔

- اسلام ہمارا دین ہے
- سوشلزم ہماری معیشت ہے
- جمہوریت ہماری سیاست ہے۔
- اور طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔

یہ نعرے ان کے منشور کا حصہ ہیں۔ آپ ذرا ان کے نعروں پر غور فرمائیں۔

پہلا نعرہ ہے اسلام ہمارا دین ہے تسلیم، لیکن باقی تینوں نعرے پہلے نعرے کی بھی نفی کرتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ سوشلزم ہماری معیشت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام کامل دین نہیں۔ مسلمان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ اسلام صنعت، تجارت، زراعت اور ہر شعبہ زندگی میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ: "میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے" جو لوگ روس اور چین کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کے نظاموں سے رہنمائی چاہتے ہیں۔ یہ اصول اس بات کی غمازی کرتا ہے۔ یہ لوگ اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات تسلیم نہیں کرتے۔

جمہوریت ہماری سیاست ہے کے نعرے کے سلسلہ میں عرض ہے کہ بھٹو کی زبان سے جمہوریت کا لفظ نہیں نکلنا چاہیے۔ انہوں نے اپنے دور میں جمہوریت کو تباہ کیا جس کی مثال نہ صرف بیس سالہ دور میں نہیں ملتی بلکہ جب سے روئے زمین پر جمہوریت نے قدم رنجہ فرمایا اس کی مثال نہیں ملتی۔

بلوچستان میں ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں ان کا ایک بھی نمائندہ منتخب نہیں ہوا تھا۔ ساڑھے نو ماہ عطاء اللہ مینگل نے نمائندہ حکومت کی لیکن پھر یک لخت بغیر کسی آئینی جواز کے اس صوبائی حکومت کو ختم کر دیا۔ اور گورنر راج مسلط ہوا۔ اسمبلی موجود رہی اسے توڑا نہیں۔ اکبر بگٹی نے گورنر کی حیثیت سے بجٹ کا اعلان پریس کانفرنس میں کیا۔ اسمبلی موجود ہے اور بجٹ گورنر پیش کر رہا ہے۔! سبحان اللہ!! ان کی جمہوریت۔

پھر جام لسبیلہ کی حکومت قائم ہوئی، لیکن اپنی ہی وزارت توڑ کر دوبارہ صدر راج نافذ کر دیا، اور صوبہ کا بجٹ اسلام آباد قومی اسمبلی میں پاس ہوا۔ پھر محمد خان باروزئی کی حکومت کا ظہور ہوا، کیا کہنے ان کی جمہوریت کے۔ انتخابات میں ان کا ایک بھی نمائندہ اسمبلی میں نہیں پہونچ سکا لیکن پے در پے پیپلز پارٹی کی حکومت بنتی رہی اور اصل نمائندے جیل کی کال کوٹھریوں میں بھٹو کی جمہوریت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ بلوچستان کی صوبائی اسمبلی کے امیدواروں کو صرف دو راستے تھے کہ یا بھٹو کو قبول کریں یا پھر موت کی آغوش میں تشریف لے جائیں۔ بہادر لوگوں نے موت کے پھندے کو چوم لیا۔ بعض نے آرام وچین اور سکون کی زندگی کو خیر باد کہہ کر جیل کی تکلیف دہ زندگی کو اپنا دوست بنا لیا۔ چند لوگ ظلم اور خوف کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور با دل نخواستہ بھٹو کے ساتھ مل گئے۔ میں نے بلوچستان کی آئینی حکومت کی برطرفی کے خلاف سرحد کی وزارت اعلیٰ سے استعفیٰ دیا۔ سرحد اسمبلی میں بھی پیپلز پارٹی کے صرف تین ممبر انتخاب جیت سکے تھے۔ (ایک شخص نے مجمع سے آواز دی کہ اڑھائی ممبر تھے) مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہاں! ولی خان تو صرف اڑھائی کہتے تھے۔ لیکن پھر بھی پیپلز پارٹی کے عنایت اللہ گنڈا پور اور نصر اللہ خٹک ہی کی وزارتیں بنتی رہیں ملاحظہ فرمایا پی پی کی جمہوریت کو۔

انہوں نے فرمایا صرف ہمارے ساتھ ہی ایسا سلوک نہیں کیا بلکہ اپنی حلیف جماعت قیوم لیگ سے دشمنوں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں اس جماعت کے صوبائی اسمبلی میں گیارہ ممبر پہونچے، لیکن جب جنوری میں اسمبلیاں توڑی گئیں تو قیوم لیگ کا سرحد اسمبلی میں ایک بھی ممبر نہ تھا۔ تمام ممبران لالچ دھونس اور دھوکہ سے پیپلز پارٹی میں داخل کر لیے۔ یہ حنیف خان، اقبال جدون، مزمل شاہ، ہارون بادشاہ یہ تمام قیوم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے۔ لیکن اب انہیں دیکھیں کس جماعت میں ہیں۔ جمہوریت سے اس جماعت کا کیا تعلق ہو سکتا ہے جنہوں نے آج تک اپنی جماعت میں بھی انتخاب نہیں کرائے۔

مفتی صاحب ایک لمحہ کے لیے رُکے۔

دراصل بھٹو صاحب کی جمہوریت نوازی کا ایک ایسا واقعہ ان کے ذہن کے پردے پر نمودار ہوا جس سے مفتی صاحب ماضی میں بھٹو کے کیے ہوئے ظلم و تشدد سے مضطرب نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا:

"۱۳ نومبر ۱۹۷۵ء کو پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران ایف ایس ایف کے ۵۰ نوجوان ہاؤس میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپوزیشن کے تمام ممبران کو اسمبلی سے باہر نکال پھینکا اور اسمبلی کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ اس اسمبلی کے جس میں داخلہ ہمارا آئینی اور جمہوری حق تھا اور عدلیہ کے اختیارات سے متعلق آئین میں پانچویں ترمیم کر والی گئی۔ اب آیئے بھٹو کے اس دعویٰ کی طرف کہ "طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں"۔

طاقت کا سرچشمہ عوام تسلیم کرنا دراصل خدا کے ماننے کے تصور کی نفی ہے

جو شخص خدا کو نہیں مانتا ایسا تو وہی کہہ سکتا لیکن جو شخص خدا کو مانتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو وہ طاقت کا سرچشمہ خدا ہی کو جانے گا۔

یہ تینوں نعرے پہلے نعرے کی نفی کرتے ہیں اور ایسا انہوں نے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور سیدھے سادے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کیا تھا۔

لیکن میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ شخص نہ اسلام سے مخلص ہے اور نہ ہی اس کا سوشلزم سے کوئی تعلق ہے بلکہ اس کا مشن ہی اس ملک میں بدترین آمریت قائم کرنا ہے جو اس نے کر دکھایا۔ اس نے ملک میں تیس سیاسی قتل کرواتے اور آج کل ایک سیاسی قتل نے اس کو پریشان کر رکھا ہے لیکن ابھی تو اس سے ہزاروں شہیدوں مزدوروں طلباء وکلاء کے قتل کا حساب لینا ہے۔ اس ظالم نے عورتوں کی بھی بے حرمتی کرنے میں عار محسوس نہ کی اور چھ سال میں ایسے ایسے ظلم کیے کہ ہٹلر، چنگیز خان اور مسولینی کی روحیں بھی کانپ اٹھی ہونگی اب یہ بے شرم آدمی دوبارہ وزیر اعظم بننے کے خواب دیکھ رہا ہے لیکن مفتی صاحب نے زور دے کر کہا کہ یہ شخص دوبارہ کبھی نہیں آ سکتا۔ انشاء اللہ۔

پاکستان کی تاریخ ہے کہ "یہاں کوئی شخص دوبارہ وزیر اعظم نہیں بن سکا۔"

لیکن بھٹو دوبارہ وزیر اعظم بن گیا، مگر عوام نے اسے ٹانگ سے پکڑ کر کرسی سے نیچے پھینک دیا۔ عوام نے کہا کہ تم ہماری تاریخ خراب کرتے ہو چلو! جیل کے اندرونی حالات کا مشاہدہ کرو۔ کیوں ہماری تاریخ خراب کرتے ہو۔ اس طرح عوام نے اپنی تاریخی روایات کو برقرار رکھا۔

۱۲ مارچ کو الیکشن میں عظیم دھاندلیوں کی عوامی خدمات سرانجام دینے کے بعد جو انہوں نے تقریر کی کہ:

میری کرسی بڑی مضبوط ہے۔ آؤ میں عوام کے چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔"

لیکن پھر کیا تھا عوام نے اُسے کرسی سے منہ کے بل گرا دیا اور آج وہ جیل کی ہوا کھا رہا ہے

ہم مارشل لاء کے سہارے بھٹو کو شکست نہیں دینا چاہتے ہم اسے عوام کی مدد سے سیاسی موت مارنا چاہتے ہیں

ہم اکتوبر کے الیکشن میں پیپلز پارٹی کو ایسی عبرت ناک شکست دیں گے کہ وہ ہمیشہ کے لیے اپنے زخم چاٹتے رہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ چند لمحوں کے لیے رُکے اور دوبارہ تقریر شروع کی۔ مجمع پر مکمل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سامعین کی تعداد بھی خاصی بڑھ چکی تھی:

"جب مجھے ہری پور جیل سے سہالہ منتقل کیا گیا تو بھٹو صاحب میرے پاس چھ مرتبہ تشریف لائے۔ جب پانچ دفعہ بھٹو صاحب آئے تو میں نے ہر بار کہا کہ ہماری مذاکرات کے لیے ایک شرط ہے۔ یعنی دھاندلی تسلیم کرو اور الیکشن از سرِ نو کراؤ۔

پانچ دفعہ یہ نہیں مانا اور پانچویں دفعہ مَیں نے اسے خط لکھا کہ اگر آپ نے ہمارا یہ بنیادی مطالبہ تسلیم ہی نہیں کرنا تو پھر آپ ہمارا وقت ضائع مت کریں۔ اور اب اگر آپ میرے پاس آئے تو مَیں آپ کا خیر مقدم نہیں کر سکوں گا۔ اس نے یہ خط نام نہاد اسمبلی میں پڑھ کر سنایا۔ اور عوام کے لیے ایک اور شوشا چھوڑا کہ:

"ملک میں ریفرنڈم کروایا جائیگا۔"

ہم نے اس کا مذاق اڑایا اور اسے مسترد کر دیا۔ اس نے تو اس کے لیے آئین میں ایک اور ترمیم کر دی۔ ٹی۔وی۔ ریڈیو پر اعلان پر اعلان نشر ہونا شروع ہو گئے کہ ریفرنڈم ہی قوم کے دکھوں کا مداوا ہے۔ لیکن دوسری طرف سعودی عرب لیبیا کے سفیروں کو میرے پاس بھیجتا رہا۔ کہ خدا کے لیے مذاکرات کرو۔ مَیں ریفرنڈم نہیں کرواتا۔!

یہ ہے اس کا سیاست میں دوغلا پن۔

پھر چھٹی مرتبہ جب بھٹو میرے پاس آیا تو اس نے الیکشن میں دھاندلی کو تسلیم کر لیا۔ مَیں نے کہا کہ اگر آپ پہلی مرتبہ ہی مان جاتے تو قوم کا اتنا جانی اور مالی نقصان نہ ہوتا۔ تو اس نے کمال مکاری سے کہا کہ مجھے میرے چاروں وزراء اعلیٰ نے دھوکا دیا ہے اور انہوں نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے میں بین الاقوامی سطح پر ایک ٹکے کا نہیں رہا پہلے مجھے کہتے تھے کہ الیکشن میں دھاندلی نہیں ہوئی لیکن اب کہتے ہیں کہ دھاندلی ہوئی ہے میں نے کہا کہ آپ نے ۵ مارچ کو لاہور میں پنجاب کے کمشنروں کو بلا کر جو دھاندلی کے احکامات جاری کیے تھے اس پر بھٹو کچھ کھسیانا سا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اتنی دھاندلی کے لیے تو نہیں کہا تھا۔ کیا آدمی ہے۔ واقعی عجیب مخلوق ہے جب مذاکرات شروع ہوئے تو یہ آدمی جان بوجھ کر انہیں طول دیتا رہا۔ روز فریقین ایک دوسرے پر مذاکرات کو طول دینے کا الزام لگاتے ایک دن تو بھٹو صاحب نے کمال کر دیا۔ نماز کے وقت ہم دوسرے کمرہ میں چلے جاتے اور بھٹو پارٹی اسی جگہ بیٹھے رہتے کئی ہفتوں کے بعد آخر بھٹو سے نہ رہا گیا۔ اس نے کہا کہ مولانا آپ مذاکرات میں تاخیری حربے استعمال کرتے ہیں۔ آپ حساب لگائیں کہ نمازوں کی وجہ سے کتنا وقت ضائع ہوتا ہے مفتی صاحب نے کہا پانچ نمازیں ہو گئیں شروع میں تو یہاں نمازوں کی بات چلی تھی۔

اس پر میں نے جواب دیا کہ ایک مسلمان سربراہ کو نماز سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ بھٹو کی اسلام دوستی ملاحظہ فرمائیں، شرم ان کو مگر نہیں آتی"

بھٹو سے ہمیں کوئی خاص خطرہ نہیں ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم آرام سے بیٹھ جائیں محنت کرنی ہے تاکہ اس ملک سے ہی بھٹو ازم کے حامیوں کو نکال پھینکنا ہے۔ مجھے تو افسوس ہے کہ بھٹو کو اس قوم میں سے پارٹی امیدوار کیسے مل گئے۔ ان کا محاسبہ کرو۔ قوم پر اتنا عظیم ظلم ہوا لیکن کچھ لوگ اب بھی بڑے فخر سے

بھٹو ظلم کا نام ہے۔ بڑے ظلم کا نام بڑا بھٹو اور چھوٹے کا چھوٹا بھٹو

ان کے امیدوار بن گئے

اب حالات تبدیل ہو چکے ہیں اب سیلاب آیا ہے اس کے سامنے مت آؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ ایک طرف یہ مذکورہ حالات ہیں دوسری طرف پاکستان قومی اتحاد ہے یہ ایک جماعت ہے۔ ہمارا صدر اور جنرل سیکرٹری ایک جھنڈا انتخابی نشان اور منشور ایک ہے اور اگر کوئی اختلاف مقصد پاکستان میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے۔ جس کے لیے پاکستان بنا تھا تیس برس اس ملک میں اسلام کیوں نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ لوگ ہیں۔ ڈاکو اور شرابی ان کو معلوم ہے کہ چور کے ہاتھ کٹتے ہیں شرابی کو درے لگتے ہیں کون ایسا حکمران ہے جو اپنے ہاتھ کٹوائے اور درے کھائے۔ بھٹو اگر اسلام کا شیدائی ہوتا تو شراب نہ پیتا اور فراڈ نہ کرتا اسمبلی ایک دفعہ انجن چوری ہونے کی بات ہوئی "وزیر ریلوے نے تسلیم کیا کہ انجن چوری ہوا ہے لیکن چور نہیں ملا میں نے کہا آپ چور میں انجن صرف آپ ہضم کر سکتے ہیں۔

آخر میں حضرت مفتی صاحب نے سامعین سے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے پاکستان قومی اتحاد کا ساتھ دینے کا وعدہ لیا۔ اور کہا کہ ثابت کر دو گے آپ واقعی اسلام چاہتے ہیں اور واقعی اسلام

اس ملک کا مقدر بن چکے ہیں۔

پونے بارہ بجے دوپہر مفتی صاحب نے مانسہرہ میں تقریر ختم کی اور اس کے بعد فوراً تحصیل مانسہرہ کے مشہور قصبہ ڈھوڈیال کی طرف روانہ ہوئے تقریباً ۱۲ بجے کاروں کا یہ قافلہ ڈھوڈیال پہنچ گیا اس قصبہ کے مکین اپنے قائد کو خوش آمدید کہنے کے لیے سڑک پر اُمڈ آئے چھوٹے بچے اور خواتین بھی اپنے عظیم قائد کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اپنی چھتوں پر اُمڈ آئے تھے مفتی صاحب کی تقریر کا انتظام گاؤں کی ایک حویلی کے صحن میں کیا گیا تھا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض عبدالستار خان نے سرانجام دیے سب سے پہلے ڈاکٹر صادق نے پشتو میں ایک نظم پڑھی جس سے سامعین محظوظ ہوئے۔ پھر ایک چھوٹے سے طالب علم شبیر نے نظم بعنوان "مفتی اعظم" اپنی معصوم اور شیریں آواز سے سامعین سے خاصی داد پائی۔

مفتی صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

"صدر محترم بزرگو، عزیز بھائیو!

یہ رمضان کا مہینہ ہے اس مبارک مہینہ میں ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے وہ آرام و سکون سے رمضان شریف کا مہینہ اپنے گھر میں گزارے لیکن میں آپ کے گھروں میں آ کر ان پہاڑوں اور صحراؤں میں پھر رہا ہوں آپ کو ایک پیغام دینے کے لیے میں کل بھی افطاری سے صرف پانچ منٹ قبل ہی ایبٹ آباد پہنچا اور اب آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اس سے پہلے مسلسل دس روز تک بلوچستان کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا اور ہر روز تقریباً دو سو میل کا سفر کر کے پانچ چھ مقامات پر خطاب کرنا ہوتا تھا۔ اب آپ کو بھی جھنجھوڑنے آیا ہوں کیونکہ ایک احساس ہے درد ہے جو میں آپ کے دل میں بھی ڈالنا چاہتا ہوں کہ آج کا معرکہ عقیدہ نظریہ اور فکر کا معرکہ ہے اور یہ

جنگ اسلام کی خاطر ہر حال میں جیتنی ہے اور یہ جہاد ہے اور جہاد رمضان شریف میں بھی ہوتا ہے کیونکہ غزوہ بدر اور فتح مکہ کے عظیم واقعات رمضان المبارک میں ہی ہوئے

آج پاکستان قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کے درمیان بھی جنگ ہے ۱۸ اکتوبر کو اتنی بات ہو رہی ہے وقت قریب ہے یہاں آپ نے انتخاب کے التوا کی بات سنی ہوگی لیکن P.N.A نے التوا کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ ہم جلد از جلد اختیارات عوامی نمائندوں کے سپرد کر دینے کے حامی ہیں مارشل لاء ناگزیر تھا لیکن نکلنا جلد جمہوریت کا عمل دخل شروع ہوا اتنا بہتر ہے مارشل لاء پاکستان کے سیاسی مسائل کا حل نہیں اگر انتخابات ملتوی ہوئے تو عوام مایوس ہوں گے۔

جو لوگ آزاد امیدوار کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی کوئی پالیسی اور پروگرام نہیں ہوتا اور نہ ہی ایک اکیلا شخص معاشرے کی اصلاح کر سکتا ہے اس کے مد نظر ذاتی مفاد ہوتا ہے اور کامیابی کے بعد جھکتے ہوئے پلڑے میں گر جاتا ہے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح وہ آپ کو دھوکہ دے گا انہیں ٹھکرا دیں P.N.A کا دستور اسلامی ہے اور پاکستان میں مسلمان اسلام کے مطابق زندگیاں بسر کرنے کے لیے کوشاں ہیں دوسری طرف ایک پارٹی کی جماعت ہے جو چھ سال کا اقتدار اس کے کارنامے ہیں اور اس نے ہر ہر بستی میں ایک ایک چھوٹا بھٹو بٹھا دیا ہے بھٹو ایک ازم ہے جو کہ ظلم و استحصال کا نام ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں استحصالی قوتوں کا مقابلہ کروں گا لیکن قوم کا سب سے بڑا استحصالی خود ہے اس مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کے دعویدار نے مزدور قتل کیے اور کہا کہ گذشتہ ۲۵ سال سے میں طبعی موت سے ہلاک نہیں ہوئے [illegible] بلوچستان میں چار سال میں ظلم و تشدد قتل و غارت کا وہ بازار گرم کیا [illegible] لیاقت باغ میں ۲۳ تاریخ ۱۹۷۳ء میں جمعہ کے بعد ہمارے جلسہ پر [illegible] کی گئیں تقریباً پانچ چھ ہزار گولیاں ہمارے جلسہ پر [illegible] سے گئیں۔ ۲۰ آدمی شہید ہوئے سینکڑوں آدمی شدید زخمی ہوئے۔

بھٹو ظلم کا نام ہے۔ بڑے ظلم کا نام بڑا بھٹو اور چھوٹے کا چھوٹا بھٹو

اس پر میں نے جواب دیا کہ ایک مسلمان سربراہ کو نماز سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ بھٹو کی اسلام دوستی ملاحظہ فرمائیں مگر شرم ان کو مگر نہیں آتی"

بھٹو سے ہمیں کوئی خاص خطرہ نہیں ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم آرام سے بیٹھ جائیں محنت کرنی ہے تاکہ اس ملک سے ہی بھٹو ازم کے حامیوں کو نکال پھینکنا ہے۔ مجھے تو افسوس ہے کہ بھٹو کو اس قوم میں سے پارٹی امیدوار کیسے مل گئے۔ ان کا محاسبہ کرو۔ قوم پر اتنا عظیم ظلم ہوا لیکن کچھ لوگ اب بھی بڑے فخر سے ان کے امیدوار بن گئے

اب حالات تبدیل ہو چکے ہیں اب سیلاب آیا ہے اس کے سامنے مت آؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ ایک طرف یہ مذکورہ حالات ہیں دوسری طرف پاکستان قومی اتحاد ہے یہ ایک جماعت ہے۔ ہمارا صدر اور جنرل سیکرٹری ایک جھنڈا انتخابی نشان اور منشور ایک ہے اور اگر کوئی اختلاف مقصد پاکستان میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ ہے۔ جس کے لیے پاکستان بنا تھا تیس برس اس ملک میں اسلام کیوں نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ لوگ ہیں۔ ڈاکو اور شرابی ہیں ان کو معلوم ہے کہ چور کے ہاتھ کٹتے ہیں شرابی کو درے لگتے ہیں کون ایسا حکمران ہے جو اپنے ہاتھ کٹوائے اور درے کھائے۔ بھٹو اگر اسلام کا شیدائی ہوتا تو شراب نہ پیتا اور فراڈ نہ کرتا اسمبلی ایک دفعہ انجن چوری ہونے کی بات ہوئی تو وزیر ریلوے نے تسلیم کیا کہ انجن چوری ہوا ہے لیکن چور نہیں ملا میں نے کہا آپ چور ہیں انجن صرف آپ ہضم کر سکتے ہیں۔

آخر میں حضرت مفتی صاحب نے سامعین سے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے پاکستان قومی اتحاد کا ساتھ دینے کا وعدہ لیا اور کہا کہ ثابت کر دو کہ آپ واقعی اسلام چاہتے ہیں اور واقعی اسلام

اس ملک کا مقدر بن چکا ہے۔

پونے بارہ بجے دوپہر مفتی صاحب نے مانسہرہ میں تقریر ختم کی اور اس کے بعد فوراً تحصیل مانسہرہ کے مشہور قصبہ ڈھوڈیال کی طرف روانہ ہوئے تقریباً ۱۲ بجے کاروں کا یہ قافلہ ڈھوڈیال پہنچ گیا اس قصبہ کے مکین اپنے قائد کو خوش آمدید کہنے کے لیے سڑک پر اُمڈ آئے چھوٹے بچے اور خواتین بھی اپنے عظیم قائد کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اپنی چھتوں پر اُمڈ آئے تھے مفتی صاحب کی تقریر کا انتظام گاؤں کی ایک مسجد کے صحن میں کیا گیا تھا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض عبدالستار خان نے سر انجام دیئے سب سے پہلے ڈاکٹر صادق نے پشتو میں ایک نظم پڑھی جس سے سامعین محظوظ ہوئے۔ پھر ایک چھوٹے سے طالب علم شبیر نے نظم بعنوان مفتی اعظم اپنی معصوم اور شیریں آواز سے سامعین سے خاصی داد پائی۔

مفتی صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

"صدر محترم بزرگو، عزیز بزرگو بھائیو! یہ رمضان کا مہینہ ہے اس مبارک مہینہ میں ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے وہ آرام و سکون سے رمضان شریف کا مہینہ اپنے گھر میں گزارے لیکن میں آپ کے گھروں میں آکر ان پہاڑوں اور صحراؤں میں پھر رہا ہوں۔ آپ کو ایک پیغام دینے کے لیے میں کل بھی افطاری سے صرف پانچ منٹ قبل ہی ایبٹ آباد پہنچا اور اب آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اس سے پہلے مسلسل دس روز تک بلوچستان کے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا اور ہر روز تقریباً دو سو میل کا سفر کر کے پانچ چھ مقامات پر خطاب کرنا ہوتا تھا۔ اب آپ کو بھی جھنجھوڑنے آیا ہوں کیونکہ ایک احساس ہے درد ہے جو میں آپ کے دل میں بھی ڈالنا چاہتا ہوں کہ آج کا معرکہ عقیدہ نظریہ اور فکر کا معرکہ ہے اور یہ جنگ اسلام کی خاطر ہر حال میں جیتنی ہے اور یہ جہاد ہے اور جہاد رمضان شریف میں بھی ہوتا ہے کیونکہ غزوہ بدر اور فتح مکہ کے عظیم واقعات رمضان المبارک میں ہی ہوئے

آج پاکستان قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کے درمیان بھی جنگ ہے ۱۸ اکتوبر کو انتخابات ہو رہے ہیں وقت قریب ہے یہاں آپ نے انتخاب کے التوا کی بات سنی ہوگی لیکن P.N.A نے التوا کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ ہم جلد از جلد اختیارات عوامی نمائندوں کے سپرد کر دیئے جانے کے حامی ہیں مارشل لاء ناگزیر تھا لیکن جتنا جلد جمہوریت کا عمل دخل شروع ہو اتنا بہتر ہے مارشل لاء پاکستان کے سیاسی مسائل کا حل نہیں اگر انتخابات ملتوی ہوئے تو عوام مایوس ہو جائیں گے۔

جہاں [illegible] اور [illegible] آزاد امیدوار کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کی کوئی پالیسی اور پروگرام نہیں ہوتا اور نہ ہی اکیلا شخص نظام کی اصلاح کر سکتا ہے اس کے مدنظر ذاتی مفاد ہوتا ہے اور کامیابی کے بعد جھکنے پڑتے ہیں [illegible] جاتا ہے خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح وہ آپ کو دھوکہ دے گا انہیں ٹھکرا دیں P.N.A کا دستور اسلامی ہے اور پاکستان میں مسلمان اسلام کے مطابق زندگیاں بسر کرنے کے لیے کوشاں ہیں دوسری طرف ایک پارٹی ہے جس کا چھ سال کا اقتدار اس کے کارنامے ہیں آپ نے ہر ہر بستی میں ایک ایک بھٹو بٹھا کر دبا رکھا تھا [illegible] ایک نام ہے جو ظلم و استحصال کا نام ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں استحصالی قوتوں کا مقابلہ کروں گا لیکن قوم کا سب سے بڑا استحصالی خود ہے اس مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کے [illegible] نے مزدور [illegible] کہ گذشتہ ۲۵ سال سے میں طبعی موت سے [illegible] ہلاک نہیں ہوئے [illegible] بلوچستان میں چار سال میں ظلم و تشدد قتل و غارت کا وہ بازار گرم رکھا کہ تاریخ انسانی شرما گئی [illegible] ۲۳ مارچ ۱۹۷۳ء میں جمعہ کے بعد ہمارے جلسہ پر [illegible] تقریباً پانچ چھ ہزار گولیاں ہمارے سر پر سے گزریں۔ ۲۰ آدمی شہید ہوئے سینکڑوں آدمی شدید زخمی ہوئے۔

دیہ میں سینکڑوں آدمیوں کو تہہ و تیغ کر دیا جیلوں میں پینٹنگ کی گئی۔

میرے محترم دوست بھٹو نے اپنے عزیز ترین نعتیوں کو بھی نہیں بخشا۔ یہ ایک ایسا شخص ہے اس کے ساتھی جے اے رحیم نے ایک دعوت میں بھٹو سے زیادہ دیر آنے پر معمولی تنقید کی اور الٹی جا تو علوت نکلے اٹھ کے بھٹو کی آمر طبیعت کو یہ کیسے گوارہ ہو سکتا تھا۔ اسی وقت ایف ایس ایف کو ان کے گھر مرمت کرنے کیلئے روانہ کیا۔ اور اسی دعوت میں ان کی جگہ حفیظ پیرزادہ کو وزیر بنا دیا۔ معراج محمد خان کو اس کی غداری کا صلہ اس کی بینائی کو ختم کر کے دیا۔ یہ لوگ تو اس کے ساتھی تھے۔ یہ ظلم کی انتہا تھی۔ جہاں تحریر و تقریر اور شہری آزادیاں مقصود تھیں اب یہ شخص کس منہ سے دوبارہ اس قوم کا سربراہ بننا چاہتا ہے انشاء اللہ قوم اس کو ہمیشہ کے لئے رد کر دے گی۔ اگر خدانخواستہ بھٹو دوبارہ برسر اقتدار آگیا (جس کا امکان بھی نہیں ہے) تو پھر پاکستان اسلام اور یہ قوم نہیں رہے گی۔ خطرہ زیادہ اہم نہیں لیکن ہم نے محنت کرنی ہے۔ یہ شخص اب بھی جمہوریت کی بات کرتا ہے جبکہ اس نے اپنے دور میں مولانا شمس الدین کو شہید کرا دیا۔ عطاء اللہ مینگل، غوث بخش بزنجو کو جیلوں میں بھیج دیا۔

اس کے ممبران نے بھی پارٹی سے غداری کی اور انہوں نے عوام کے ووٹوں سے کامیاب ہو کر ان کی سودا بیچ...

بھٹو نے اپنے دور میں حکم کر دیا کہ بیماری بے بہا خرچ نہ بنا سکے اپنے ہی ساتھیوں کو اختلاف رائے پر اغوا کرنے کا ایسا خاب دیا کہ انہیں صرف مارشل لا ہی دور کر سکا۔ افتخار تاری چوہدری ارشاد یاسر وسیم علی کے نام سرفہرست ہیں۔ عطاء اللہ مینگل کا لڑکا اسد اللہ مینگل جس کی عمر ۱۶-۱۷ سال ہو گی لندن سے کراچی سے اغوا کیا گیا وہ ایک موٹر میں جا رہے تھے۔ پہلے کار پر فائرنگ کی اور انہیں زخمی حالت میں اغوا کر لیا گیا۔ ... کے فوراً بعد جنرل ضیاء الحق تشریف ... تو ان سے اسد اللہ مینگل کی تلاش پر ... انہیں ... کیا گیا ...

ہفتہ بعد جب خب ملاقات ہوئی انہوں نے کہا کہ ابھی تک تلاش جاری ہے لیکن اس پر ایک ہفتہ بعد جب جنرل ضیاء الحق نے کہا کہ مفتی صاحب مجھے افسوس ہے کہ وہ تو مار دیئے گئے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ انہیں کس نے کس جگہ ہلاک کیا ہے وہ میں کہتا ہوں ان کو سزا ضرور ملنی چاہئے لیکن مجھے بھٹو کی گرفتاری کا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اگر اسے پھانسی بھی مل جاتی ہے تو ہمارے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ہمیں تو اسے عوام کے تعاون سے سیاسی موت مارنا ہے تاکہ کل بھٹو اور اس کے حواری یہ نہ کہیں کہ ہم اس وجہ سے ہار گئے کہ ہمیں جیل بھیج دیا گیا۔

بھٹو صاحب نے اپنے دور میں خزانہ خالی کر کے رکھ دیا۔ جو شخص ۳ ہزار ڈالر کی قمیض کئی ہزار ڈالر کے جوتے اور انتہائی قیمتی شراب پیتا ہے اور بات غریبوں کے دکھ درد کی کرتا ہے وہ

اتنا ہی انصاف مسئلہ انسان کو انسان بنا سکے جو صرف اسلام کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے انسان بن جائے بھیڑیا نہ رہے تو ملک میں امن و سکون کا دور دورہ ہو گا افسر شاہی کو درست کیا جائے گا یہ لوگ بددیانت ہیں۔ سرکاری محکموں میں کرپشن کو ختم کیا جائے گا۔

جب ہی سرحد میں وزیر اعلیٰ تھا تو اس سال ۵۰ بسیں نئی گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بسیں چلائی گئیں لیکن سال کے بعد ۳۴ لاکھ روپیہ خسارہ تھا۔

جب اسلامی نظام نافذ ہو گا تو خدا کی رحمت و برکت بھی شامل حال ہو گی انشاء اللہ زمین سونا اگلے گی۔ معاشرتی برائیاں خود بخود ختم ہوتی چلی جائیں گی سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ آخر میں مفتی صاحب نے پاکستان قومی اتحاد کے شب و روز محنت کا عہد لیا۔

تقریباً ایک بجے دوپہر کے قریب مفتی محمود

خان قیوم نے اپنی ایک کرسی کے لیے ساری پارٹی قربان کر دی

جھوٹا ہے حسنہ شیخ نے تو سوئٹزر لینڈ کے بنک میں ایک ارب ڈالر جمع کرائے ہیں اور اس نے اسے تسلیم کیا ہے (بھٹو کی تیسری بیوی)

آپ کے اس ہزارہ اور کوہستان میں ... آیا اور غیر ممالک نے اربوں ڈالر امداد کے طور پر دیئے پنجاب میں سیلاب آیا اور ... لاکھوں ڈالر امداد ملی لیکن وہ کہاں گئی ... یہ تمام پیپلز پارٹی ہضم کر گئی اور مارچ کے الیکشن میں ہی جیپیں کاریں اور نقد رقموں کی بھرمار کی یہ کہاں سے آیا یہ کوئی حاتم طائی کا بیٹا نہیں ہے یہ تمام رقم قوم کی تھی جس سے انہوں نے گلچھرے اڑائے شام اور دیش کے لوگوں سے جا کر پوچھو کیا انہیں ایران امریکہ سے آئے کمبلوں میں سے کوئی ملا لیکن وہی کمبل مہنگے داموں بازار میں میسر رہے لوگ سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ اور ان کے شب و روز رقص و شراب میں گزرتے رہے۔

... P.P.P کے دور کی قباحتوں کو شمار ہے

کی قیادت میں کاروں اور جیپوں کا یہ مختصر سا قافلہ لبفہ کی طرف روانہ ہوا۔ لبفہ ضلع مانسہرہ (ہزارہ) کا بہت اہم اور مشہور قصبہ ہے یہاں کی آبادی نے ہمیشہ ڈکٹیٹر اور آمر حکمرانوں کے خلاف ہر عہد میں اہل حق کا ساتھ دیا۔ لبفہ میں پہنچ کر حضرت مفتی صاحب نے گھنٹہ بھر کے لیے آرام کیا شروع میں مسجد میں خطاب کا پروگرام تھا لیکن بعد میں مسعود صاحب کی کوٹھی کے صحن میں خطاب ہوا سٹیج سیکرٹری کے فرائض عبدالستار خان نے سرانجام دیے جو کہ اسی علاقہ سے پاکستان قومی اتحاد کے صوبائی اسمبلی کے لیے نامزد امیدوار ہیں انہوں نے حضرت مفتی صاحب کو اہل لبفہ کی طرف سے خوش آمدید کہا اور قائد محترم کو علاقہ کی تحریک کے دوران سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور مارچ کے الیکشن میں بھی اس علاقہ نے بھٹو کو مسترد کر دیا تھا۔ اور آئندہ بھی قائد محترم کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔

اس کے بعد علاقہ جبوڑی، اگرور، ٹیل اڑگی اور

لبغاء کے ملحق علاقہ سے پاکستان قومی اتحاد کے صوبائی اسمبلی کے لیے نامزد امیدوار سید غلام نبی شاہ صاحب کو تقریر کیلئے مختصر وقت دیا۔ شاہ صاحب اپنے کردار اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں گرمجوشی اور منظم طریقہ سے مرزائیوں کو ضلع مانسہرہ سے نکال باہر پھینکنے کی وجہ سے لوگوں میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور مختصر سے عرصہ میں علاقہ کی ہردلعزیز شخصیت بن کر ابھرے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ۱۸ اکتوبر کا الیکشن اس قوم کے لیے امتحان ہے یہ حق و باطل کا معرکہ ہے یہ کسی خان یا غریب کی جنگ نہیں ہے بلکہ نظام مصطفےٰ اور سوشلزم کے درمیان جنگ ہے کیونکہ پیپلز پارٹی اس ملک میں سوشلزم لانا چاہتی ہے جب کہ قومی اتحاد اس ملک میں نظام مصطفےٰ نافذ کرنا چاہتا ہے۔ اس تحریک کی باگ ڈور محدث و مفسر حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ کے ہاتھ ہے جنہوں نے اپنے نو ماہ کے قلیل دور حکومت میں حتی المقدور اسلامی اصلاحات نافذ کر کے اسلامی انقلاب کے لیے راہ ہموار کی اب بھی پاکستان قومی اتحاد کو کامیاب کر کے اسلام دوستی کا ثبوت دیں۔

اب دوپہر کے تقریباً تین بج چکے تھے کوٹھی کا صحن سامعین کے لیے تنگ ہو چکا تھا لوگ دیواروں اور چھتوں پر چڑھ گئے۔

حضرت مفتی محمود نے اپنے مخصوص انداز میں تقریر کا آغاز کیا۔

بزرگو- دوستو اور بھائیو! میں نے رمضان شریف کے اس مہینے میں اتنی تکلیف آپ تک پہنچنے میں کیوں اٹھائی صرف اس لیے کہ پاکستان جو ملک ہے جو کہ صرف اسلام کے لیے بنا تھا لیکن تیس سال میں بھی ہم اس مقصد کو حاصل نہ کر سکے جس کے لیے یہ حاصل کیا تھا۔ اس ملک میں لوگوں کے اخلاق و اطوار اسلام کے مطابق نہیں اگر ایسا نہیں کرنا تھا تو پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی سوشلزم ہی لانا تھا تو سب سے بڑا سوشلسٹ لیڈر نہرو تھا اتنی بڑی قربانی کی کیا ضرورت تھی اس ملک میں چند لوگ ہمیشہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ رہے جو پاکستان کے قومی مجرم ہیں۔

اب ۱۸ اکتوبر کے الیکشن میں آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ پاکستان کو اسلام کے تحت زندہ رکھنا ہے یا پھر کسی اور ازم کیلئے —— اس تحریک نے ثابت کر دیا کہ پاکستان میں صرف اسلامی نظام رائج ہو کر رہے گا بلکہ اسے زندگی کے ہر شعبہ میں نافذ کرنا ہے ورنہ نماز روزہ کی ادائیگی تو انگریزی دور میں بھی تھی۔ نا ہی اس ملک میں مغربی جمہوریت لانا مقصود ہے کیونکہ وہاں تو ہر بل جو اکثریت سے پاس ہو جائے قانون بن جاتا ہے لیکن اسلامی جمہوریت میں ایسا نہیں کیونکہ اس میں تو اگر کوئی بل بکثرت سے پاس بھی ہو جائے تو جب تک وہ اسلامی روح کے مطابق نہیں قانون نہیں بن سکے گا ہم نے اس ملک میں اسلامی جمہوریت اور نظام مصطفےٰ کا دور لانا ہے۔

بقیہ: مکتوب خانیوال

ربانی صاحب تقریر کرتے ہیں تو مجمع کے دلوں کو قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ جب اور جیسے چاہتے ہیں، داد وصول کرتے ہیں۔ ان کی تقریر سننے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ خطابت ایک فن ہے اور ربانی صاحب اس فن سے کما حقہ آگاہ ہیں۔

کچا کھوہ کے عبدالرحیم نیازی صاحب اٹھتے ہیں اور انتہائی ولولہ انگیز نظم سنا کر مجمع پر چھا جاتے ہیں۔

امیدواران اسمبلی بھی خطاب فرماتے ہیں۔

ملک غلام سرور اعوان صاحب جو کہ خانیوال شہر کی صوبائی نشست کے امیدوار ہیں، کہتے ہیں کہ میرے مقابل پیپلز پارٹی نے قریشی برادری کے فرد کو ٹکٹ دیا ہے، لیکن آج اس اجتماع میں سب سے زیادہ افراد قریشی برادری کے نظر آرہے ہیں اور یہاں تک کہ اس عظیم دعوت کا انتظام بھی اسی برادری سے متعلق افراد نے کیا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مسئلہ برادری یا قوم کا نہیں بلکہ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کا ہے اور ہم اسلامیان پاکستان نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لیے یکجاں ہو چکے ہیں۔ نعرہ ہائے تحسین بلند ہوتے ہیں۔

جناب حکیم محمد عالم جاوید صاحب جو کہ خانیوال کے ہردلعزیز خطیب ہیں، کھڑے ہوتے ہیں اور یہ مژدہ سناتے ہیں کہ:

" خانیوال اور کبیر والا کی کمبوہ برادری نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ پاکستان قومی اتحاد کی حمایت کی جائے"...

نعرے ایک بار پھر فضا میں ارتعاش پیدا کرتے ہیں۔

نماز مغرب یعنی افطار کا وقت قریب ہوتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کھجوریں اور ٹھنڈا مشروب تمام افراد کی طرح ہمارے سامنے بھی رکھ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان ہوتا ہے اور خدا کی یہ مخلوق جو صرف اس لیے جمع ہوئی ہے کہ کسی طرح اس مملکت پاکستان میں خالق کائنات کا حقیقی نظام نافذ ہو جائے۔ اپنے مالک کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔

لوگ کہتے تھے کہ خانیوال اختلافی نزاع کا امتیازی نشان ہے۔ لیکن میں آج عجیب منظر دیکھتا ہوں۔ کہ مختلف خاندانوں اور فرقوں سے متعلق افراد ایک ہی صف میں کھڑے ایک امام کے پیچھے خدا کی بارگاہ میں بصد عجز و انکسار کھڑے ہیں گویا کہ زبان حال سے کہہ رہے ہوں کہ

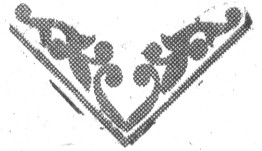
" اے خدا ہم تیرے عظیم دین کی سربلندی کے لیے آج ایک ہیں اور ایک رہنے کا وعدہ کرتے ہیں اور اپنی

بقیہ اداریہ

پورے ملک پاکستان میں آج اسلامی نظام کے نفاذ کی صدائے بازگشت گونج رہی ہے قوم اس مرتبہ خدا کی زمین پر خدا کے نظام کو نافذ کرنے کا تہیہ کر چکی ہے۔ اب اس کے ارادوں کو کوئی متزلزل نہیں کر سکتا۔ اس قوم نے آمریت کے سنگ گراں کو پاش پاش اور ریزہ ریزہ کر دیا ہے۔ اب مولانا مفتی محمود کے الفاظ میں ۱۸ اکتوبر کو حق و باطل کا معرکہ ہو گا۔ جس میں حق کی فتح یقینی ہے

ووٹ کی اہمیت اور آزاد امیدواروں کا مستقبل!

محمد طیب کشمیری



انتخابی مہم میں عوام کے سامنے مختلف جماعتیں اور پارٹیاں بھی اپنے منشور اور پروگرام سے کراتی ہیں اور کچھ ایسے امیدوار بھی آتے ہیں جن کا کسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ آزاد امیدوار ہوتے ہیں۔ اسی لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی شرعی حیثیت بیان کی جائے تاکہ عوام اور خواص ان شرعی اصولوں کو پیش نظر رکھ کر آئندہ انتخابات میں اسمبلی کے لیے اپنے نمائندے منتخب کریں۔

جہاں تک آزاد امیدواروں کا تعلق ہے ان کے عقائد و نظریات کچھ بھی ہوں ان کی پہلی اور بنیادی کمزوری یہ ہے کہ وہ کسی پارٹی کے نظم و ضبط کے پابند نہیں حالانکہ اسلام نے جماعتی زندگی کی صرف ہدایت و رہنمائی ہی نہیں کی بلکہ غیر جماعتی زندگی کو غیر اسلامی زندگی سے بھی تعبیر کیا حضرت عمر فاروق رض کا ارشاد ہے۔

لا اسلام الا بجماعة ولا جماعة الا بامارة۔

اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امارت نہیں۔

ولا امارة الا بطاعة جامع ابن عبد البر ص۶۱

اور امارت بغیر اطاعت و فرمانبرداری کے نہیں

اب جن لوگوں کی ابتدا ہی ایک غلط نظریہ پر ہو ان سے آئندہ نیکی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ اور اگر وہ آزاد امیدوار انتخابی مہم میں اپنی وہ خدمات شمار کراتے ہیں جو کسی پارٹی کے پلیٹ فارم پر انہوں نے انجام دی تھیں تو سوال یہ ہے کہ انہوں نے اس جماعت سے علیحدگی کیوں اختیار کی؟ جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے وابستہ رہنے کی تاکید فرمائی ہے ارشاد۔

من خرج من الطاعة و فارق الجماعة

جو اطاعت سے خارج اور جماعت سے علیحدہ ہوا۔

فمات میتة جاهلیة (صحیح مسلم) وہ جاہلیت کی موت مرا۔

دوسری جگہ صاف الفاظ میں فرمایا۔

علیکم بالجماعة وایاکم والتفرقة (ترمذی)

جماعت کو لازمی اختیار کرو اور تفرقہ سے ضرور اجتناب کرو اگر کسی وجہ سے جماعت نے ان کو ٹکٹ نہیں دیا تو ان کو اسمبلی کا اتنا شوق کیوں پیدا ہوا؟ کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا یہ فعل اپنی ذاتی غرض کی خاطر ہے؟ اور جو شخص اپنی غرض کی خاطر جماعتی وقار کو ختم کرسکتا ہے اس سے ملک و قوم کی خدمت کی توقع سراسر غلط ہے ایسے شخص کو ووٹ دینا گویا اپنی رائے کو اس کی خود غرضی پر قربان کرنا اور ملک و جماعت کے حق میں جو خیانت اس نے کی اس میں برابر شریک بھی ہوتا ہے پھر ایسے شخص کے متعلق کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے کہ آگے چل کر اس کا طرز عمل کیا ہوگا

ظاہر ہے کہ اسمبلیوں میں سیاسی جماعتوں کے گروپ ہوتے ہیں وہ گروپ ہی کچھ کر سکتے ہیں تنہا شخص کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ نیز آزاد امیدوار کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس جماعت و پارٹی میں شامل ہوگا آپ نے اس پارٹی کی مخالفت بھی اس کو ووٹ دیا تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ اس جماعت میں شامل ہو جائے آپ نے اس پارٹی کی مخالفت بھی مول لی اور نتیجہ بھی کچھ نہ رہا نتیجہ الٹا رہا کیونکہ آپ کی مخالفت تو بلمشافت از بام ہوگی لیکن اسکے انتخابی مہم میں جو اس پارٹی کی مخالفت کی تھی وہ اس میں شامل ہونے کی وجہ سے ختم ہوگئی۔

اور اگر مختلف حلقوں سے انتخاب سے کامیاب ہونے والے آزاد امیدوار اپنا ایک علیحدہ آزاد گروپ قائم کرلیں، تو اس کی کیا ضمانت دی جاسکتی ہے کہ وہ تمام ارکان آپ کے پسندیدہ ہوں گے اور ان خیالات و نظریات آپ کے نظریات سے ہم آہنگ ہوں گے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان ارکان میں سے جو آپ کی نظروں میں مجموعی طور پر معتوب یا اس کی گذشتہ زندگی کے پیش نظر آپ اس کو نظر حقارت سے دیکھتے ہوں وہی اس آزاد گروپ کا قائد و سربراہ بن جائے اور اگر قیادت آپ ہی کے منتخب نمائندے کے پاس آجاتی ہے تو یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ آپ کی صحیح ترجمانی اور رہنمائی کرے گا آخر جن مختلف الخیال ارکان نے اسے اپنا قائد بنایا ہے اس کو ان کے خیالات کو بھی پیش نظر رکھنا پڑے گا غرض یہ کہ موجودہ دور میں آزاد امیدوار کے تو کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ آزاد امیدوار بننا اس کیلیے کوشش کرنا یا اس کو ووٹ دینا سراسر غلط ہے۔

باقی رہا جماعتوں کا معاملہ جو انتخابی مہم میں اپنے اغراض و مقاصد، لائحہ عمل اور منشور عوام کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ اور اعلان کرتی ہیں کہ ان کے امیدوار بصورت کامیابی [illegible] پہنچ کر یہ خدمات انجام [illegible] نصب العین ہوگا [illegible] بھی اصول و ضوابط [illegible] ہیں

۱۔ اول یہ کہ جما [illegible]

- وہ مذہب، ملک و ملت اور قوم کے لیے کہاں تک مفید ہے؟ یعنی اس میں اسلامی نظام حیات کے عملی نفاذ، اس کے احکام، حدود و تعزیرات کے اجرا، اندرونِ ملک امن و سکون بحال کرنے، بیرونی دنیا میں ملک کے وقار کو بلند کرنے، غیر ملکی سازشوں سے ملک کو محفوظ رکھنے کی تدابیر، تعلیمی پالیسی کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے، معاشی حالت کو بہتر بنانے، غذائی مسئلہ میں ملک کو خود کفیل کرنے، ظلم و تشدد، قتل و غارت گری، بے حیائی، عریانی، بے دینی اور بدعملی کے خاتمے، مزدوروں، کسانوں، کاشتکاروں، محنت کشوں، غریب، مفلس اور نادار لوگوں کی حالت سدھارنے، سودی کاروبار، سٹہ بازی، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز مال و دولت جمع کرنے والوں کے انسداد کے طریقوں کو اپنانے، لسانی، علاقائی اور قومی تعصبات کا قلع قمع کرنے، بنیادی حقوق بحال کرنے غرض یہ کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے تحفظ اور معاشرے کو ہر قسم کی برائی سے پاک و صاف رکھنے اور دیگر تعمیری اور اصلاحی اقدامات کا ذکر ہو۔

۲- جو منشور اس جماعت نے پیش کیا ہے اس جماعت کی گذشتہ تاریخ اس کی تصدیق و تائید کرتی ہے؟ یعنی اگر اس جماعت کو ماضی میں اقتدار ملا۔ اس [illegible] پر فائز رہنے کے باوجود اس نے اپنے منشور کے مطابق نہ مکمل اسلامی قوانین نافذ کیے اور نہ معاشرے کی اصلاح او ر فلاح و بہبود کے لیے کوئی عملی قدم اٹھایا بلکہ لیت و لعل ہی میں اس نے اپنا دور گزار دیا تو ایسی جماعت کے منشور اور پروگرام کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا خواہ اس کے نعرے اور وعدے عوامی خیالات و جذبات سے کتنے ہی ہم آہنگ کیوں نہ ہوں۔ اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین الحدیث

مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا اور اگر اس جماعت کو ماضی میں تو اقتدار نہیں ملا لیکن اس جماعت کے ارکان انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ عوام کے دل و دماغ میں مذہب کی قدر و منزلت اور اس کی اہمیت کو واضح کرتے رہے۔ اور اسلام کو کامل و مکمل نظام حیات بتانے کے ساتھ ساتھ عوام کو زندگی کے ہر گوشہ اور شعبہ میں اسلامی ہدایات احکامات اور رہنمائی حاصل کرنے کی تلقین کرتے رہے، قرآن و سنت کی تعلیم اور صحابہ کرام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے نئی پود کو روشناس کرانے کے لیے دینی مدارس کے قیام اور مساجد کی آبادی پر زور دیتے رہے اور ہر قسم کی رکاوٹوں کے باوجود ملکی حالات کے پیش نظر عوام کو مذہبی مسائل سے آگاہ کرتے ہوئے۔ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے تو ایسی جماعت اور اس کے ارکان آپ کی نمائندگی کے صحیح مستحق ہیں۔ اس کی وجہ ہے کہ شریعت میں اقتدار کا حصول خود مقصد نہیں ہوتا بلکہ اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہوتا ہے وہ اعلیٰ مقاصد حسب ذیل ہیں

۱- تمام باشندگانِ مملکت کو عدل اور اعتدال پر قائم رکھنا۔ (سورۃ الحدید)

۲- مملکت سے داخلی اور خارجی فتنہ و فساد کو دفع کرنا اور مملکت میں امن و سکون بحال کرنا۔ (البقرہ)

۳- ملک میں دین خداوندی کو مضبوط و مستحکم کرنا یعنی دین کو قوت و استحکام حاصل اور دینِ اسلام کے احکام جاری اور نافذ ہوں۔ (النور)

۴- دین اسلام کا تمام ادیان پر غلبہ اور فوقیت حاصل کرنے کے لیے موثر ذرائع اختیار کرنا (الصف)

۵- مسلمانوں کے لیے اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا انتظام

۶- لوگوں کو بھلائیوں پر آمادہ کرنے اور برائیوں سے روکنے کا انتظام (الحج)

مندرجہ بالا اغراض و مقاصد کو اپناتے اور انہیں عملی طور پر نافذ کرنے کے لیے مملکت کے ارباب اقتدار اور ارکان اسمبلی کا قرآن و سنت سے واقف ہونا اور مومنین صالحین میں سے ہونا ضروری ہے، ارباب اقتدار، ارکان اسمبلی اور دیگر حکام ایمان اور عمل صالح کے حکم سے مستثنیٰ نہیں اور یہ خیال بالکل غلط ہے کہ عمل صالح کا حکم فقط عوام کے لیے ہے حکمران طبقہ یا ارکان اسمبلی اس کے پابند نہیں ہیں بلکہ حکام کو تو عوام سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہونا چاہیے اور اگر اس جماعت کو ماضی میں اقتدار بھی نہیں ملا اور نہ ملکی و مذہبی خدمات میں نمایاں کردار ادا کیا ہے اب انتخابات میں حصہ لینے کے لیے عوامی خواہشات کے مطابق منشور لے کر آپ کے سامنے آ رہی ہے اور خود جماعت کی مرکزی قیادت عملی طور پر اس سے گریز بھی کر رہی ہے تو ایسی جماعت بغیر کسی سوچ و فکر کے مسترد کی جائے گی ایسے لوگوں کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں جو زبان سے اسلام کی ہمدردی اور منشور کے ذریعہ سے بصورت کامیابی اس کے نفاذ کا وعدہ کریں لیکن اس کا اپنا وجود و کردار احکام اسلام سے متصادم ہو۔ ایسے لوگوں اور ایسی جماعتیں اقتدار کی بھوکی ہوئی ہیں اور اس کے حصول کے لیے ہر ممکن جائز و ناجائز تدبیر اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

۳- آیا اس جماعت کے افراد کے اعمال و افعال، حالات اور جذبات ایسے ہیں جن سے صحیح طور پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہو کہ وہ اس جماعتی اور پروگرام پر عمل کرنے اور عمل کرانے میں ذاتی نفع جاہ و نمائش، راحت و آرام کا قطعی خیال نہ کریں گے اور اس سلسلہ میں جماعتی حکم کے تابعدار اور فرمانبردار ہو کر ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہو جائیں گے یا ان کی گذشتہ شہادت دیتی ہے کہ یہ تمام باتیں محض دلفریب اور نمائشی ہیں حقیقت اور صداقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اس سلسلہ میں سیاسی جماعتوں کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے نمائندے نامزد کرتے وقت مال و دولت اور ذاتی وجاہت پر نظر رکھنے کے بجائے مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھیں۔

۱- جماعتی نمائندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عقائد نظریات اور خیالات کے اعتبار [illegible]

مسلمان ہو قرآن کریم اور سنت نبوی کو دین کی اصل اور اتباع و احترام صحابہ کرام کو ذریعہ نجات سمجھتا ہو۔

۲۔ جماعتی نمائندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دیندار، شعائر اسلامی کا پابند، احکام شریعت کو سمجھنے اپنانے اور ان کا احترام کرنے والا اور ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنے کا جذبہ بھی رکھتا ہو اگر بے دین اور لا مذہب شخص کو کسی جماعت نے منتخب کیا تو یہ اسلام کی ترقی نہیں ہو گی نہیں بلکہ توہین و تذلیل ہے۔

۳۔ جماعت کے نمائندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد بہی خواہ جانثار اور خدمتگزار ہو اگر وہ خود پسند جاہ پسند اور نفس پرور کو نمائندگی کے لیے منتخب کیا گیا تو نفسانیت، خودغرضی اور ذاتی مفاد کی خاطر اسلام، مسلمانوں اور جماعت کے لیے نقصان دہ ثابت ہو گا۔

۴۔ جماعتی نمائندے کے لیے ضروری ہے کہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہو جس کے لیے اس کو نامزد کیا جائے گا۔ اور امانت اور دیانت داری سے اس کو انجام تک پہنچانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو موجودہ حالات اور سیاسیات حاضرہ سے بخوبی واقف ہو نیز سیاست شرعیہ اور اس کے اسرار و رموز سے بھی باخبر ہو اور سیاست شرعیہ ہی کے مطابق ملکی اور بین الاقوامی مسائل کا تجزیہ کرنے اور نمٹانے کی صلاحیت نام بھی رکھتا ہو اگر بے دین، نااہل اور ناتجربہ کار کو نمائندگی کے لیے چنا گیا تو مسلمانوں کو اس کی خیانت نادانی اور ناتجربہ کاری سے سخت نقصان ہو گا اور جماعت کی بدنامی کا سبب بھی بنے گا۔

۵۔ جماعتی نمائندے کے لیے ضروری ہے کہ ملک کا صحیح معنوں میں خیر خواہ ہو اور اس کی سالمیت و بقا پر اس کا ایمان ہو ایسا نہ ہو کہ کامیابی کے بعد ملک و ملت کے زوال کا سبب بن جائے جیسا کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں کامیاب ہونے والے بعض افراد کی وجہ سے پاکستان دو لخت ہو گیا

۶۔ جماعتی نمائندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی جماعت کے منشور، دستور، اغراض و مقاصد، خیالات و نظریات سے صد فی صد متفق ہو ایسا نہ ہو کہ انتخابات کے وقت تو ان چیزوں کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے پارٹی ٹکٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ لیکن انتخابات میں ناکامی کی صورت میں ذاتی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے برسر اقتدار پارٹی میں شمولیت اختیار کر لے جیسا کہ آئے دن ہوتا آرہا ہے۔

اس بات کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ اس معیار پر کون شخص پورا اتر سکتا ہے امیدواروں کے حالات کی تحقیق ضروری ہے۔ اور اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ووٹرز اپنے انتخابی حلقوں سے ایسے افراد و اشخاص اپنی متعلقہ جماعت کے پارلیمانی بورڈ کو پیش کریں جن میں متذکرہ بالا اوصاف پائے جاتے ہوں اور جماعت بھی اپنے طور پر تحقیق و تفتیش کر کے مطمئن ہو جانے کے بعد ان کو پارٹی ٹکٹ جاری کرے۔

یہ تحقیق و تفتیش اس جماعت کے لیے ضروری ہو جاتی ہے جو اپنے نمائندوں کے ذریعہ قانون ساز اسمبلی میں اسلامی قوانین مرتب کرنے ان کو نافذ کرنے اور معاشرے کی اصلاح کی خواہشمند ہے۔ اس لیے کہ جو امیدوار کامیابی سے پہلے جماعتی منشور اور اغراض و مقاصد کی پابندی نہیں کرتے جب کہ جماعتی ٹکٹ کے حصول کے لیے اس کی ضرورت بھی پڑتی ہے تو کامیابی کے بعد ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ جماعتی منشور کے پابند ہوں گے۔

غرض یہ کہ ملک کے نظم و نسق قانون سازی اور تنفیذ احکام میں انہی منتخب نمائندوں کا دخل ہو گا اور اپنی قوم کی کشتی کے یہی با اختیار ناخدا ہوں گے پس جس قدر نمائندہ افراد، دیندار، متشرع، قابل، سمجھدار، ہوشیار، بے غرض جری اور مستعد ہوں گے اسی قدر اسلام اور قوم کو ترقی اور فروغ دے سکیں گے اور جس قدر وہ بے دین، ناکارہ اور نا اہل ہوں گے اسی قدر اپنی ناسمجھی، نادانی اور اپنی اغراض کی خاطر اپنی قوم و مذہب کو پامال کریں گے

ان حالات میں عوام کو مختلف سیاسی جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کو اختیار کرنے سے پہلے جماعتوں سے متعلقہ متذکرہ بالا اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے اور جماعتوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے نمائندے نامزد کرنے وقت افراد سے متعلقہ اصول بالا کو ملحوظ رکھیں تاکہ وہ اسلام کے سچے خدمت گزار اور مسلمانوں کے صحیح ترجمان ہوں اور اس بات کی زیادہ سے زیادہ توقع کی جا سکے کہ وہ بتقاضائے دیانت جماعت کے وفادار رہیں گے۔

یاد رہے کہ بعض جماعتیں عوام کی دینداری اور سادہ لوحی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کیلئے ایک دو حلقوں سے علماء کو بھی ٹکٹ دیدیتی ہیں تاکہ عوام کو ان کی دینداری میں شبہ نہ ہو سکے جبکہ باقی تمام حلقوں غیر متشرع افراد کو ٹکٹ دیا جاتا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسری طرف علماء کی جماعت اور اس کے نامزد امیدوار ہوتے ہیں شرعاً پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی کسی ایک دو علماء کی وجہ سے اس کی دینداری کی تصدیق کی جا سکتی ہے جب کہ اسی کے مقابلہ میں علماء کرام کی پوری جماعت برسرپیکار ہو یہی ایک وجہ ہے کہ علماء کرام اور فقہاء عظام نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ جس جماعت کی طرف سے نامزد کئے جائیں گے۔

وہ اس جماعت کے منشور اور دستور کے پابند ہوں گے ظاہر بات ہے کہ پابندی کو ملحوظ رکھ کر وہ اسمبلی میں جماعتی خیالات و نظریات کی نمائندگی تو کر سکتے ہیں لیکن مذہب کی نمائندگی نہیں کر سکتے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس جماعت کو علماء کے ذریعہ اسمبلی میں مذہبی نمائندگی مقصود ہے تو پھر اس سلسلہ میں! یہ بات گوش گزار کرنی ضروری ہے کہ ہے کہ پارلیمانی طرز حکومت میں اسمبلی میں ارکان اسمبلی کی اکثریت کا فیصلہ قانونی حیثیت اختیار کر لیتا ہے اگر اس جماعت کو بھی اسمبلی میں موثر مذہبی نمائندگی مقصود تھی یا مذہبی احکام کو عملی جامہ پہنانے کی خواہش تھی تو علماء کی اکثریت کو پارٹی ٹکٹ جاری کرتی تاکہ اسمبلی میں اسلامی قوانین کی ترتیب و تدوین اور نفاذ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتی لیکن ایسا

نہیں کیا [illegible]

صرف ایک دو علماء کو پارٹی ٹکٹ دے کر عوام سے دینداری کی سند حاصل کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے بخلاف علماء کرام کی جماعت کے کہ اس کے منشور کی بنیادی غرض ہی اسمبلی میں مذہبی نمائندگی اور مذہبی احکام و اصول، معارف و مسائل بیان کرنا ہے تو پھر اس منشور کے پیش نظر جمعیۃ علماء کا ہر نمائندہ اسمبلی میں دور حاضرہ سے متعلقہ مذہبی مسائل بیان کرنے کا پابند ہوگا غرضیکہ دیندار جماعت اور اس کے نامزد امیدواروں کے مقابلہ میں کسی دوسری جماعت کو اختیار کرنا یہ صرف دین سے بے وفائی ہی نہیں بلکہ دین اور مذہب دشمن قوتوں کو مضبوط و مستحکم بھی کرنا ہے جو مسلمان اور دیندار عوام کے لیے کسی صورت بھی جائز نہیں

جب عوام مختلف جماعتوں کے پروگراموں اور ان کے اغراض و مقاصد کو اچھی طرح دیکھ لیں نیز ان جماعتوں کے نامزد امیدواروں کو بھی جان لیں ان کی سابقہ زندگی سے بھی واقف ہو جائیں تو اب جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کے پروگرام اور منشور کو یعنی ہر صدق و ثواب سمجھتے ہوئے اتنا کہ اس کے نامزد امیدوار کو ووٹ د[illegible] کامیاب بنانے کا وقت آجاتا ہے اس [illegible] اور برے، نیک و بد [illegible] دین، عالم [illegible] کے باوجود عام طور پر سیاست کو دین [illegible] بالکل الگ تصور کر کے اسے ہار جیت کا کھیل اور ایک خالص دنیاوی دھندا اور سودا سمجھ کر مختلف قسم کی بدعنوانیوں کو گوارہ کر لیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں نہ ووٹ کبھی پیسوں کے عوض فروخت ہوتا ہے کبھی کسی دباؤ کے تحت دیا جاتا ہے اور کبھی ناپائیدار دوستوں اور ذلیل وعدوں کے بھروسے اور کبھی قومی، علاقائی تعصبات اور برادری سسٹم پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے عام لوگ تو خیر ناواقف اور جاہل ہیں پڑھے لکھے مسلمانوں سے بھی بعض اوقات اس قسم کی [illegible] سرزد ہو جاتی ہیں اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ ووٹ کی شرعی حیثیت کو بھی نہ جاننے والوں کے لیے یاد دہانی والوں کے لیے درس رہنمائی اس سلسلہ میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کی شہرہ آفاق تفسیر "تفسیر معارف القرآن" اور دیگر علماء کرام کی مختلف کتب سے ووٹ کی شرعی حیثیت پیش کی جاتی ہے۔

کسی امیدوار کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن و حدیث چند حیثیتیں ہیں۔

۱۔ ایک حیثیت شہادت کی ہے جس میں ووٹر کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور امانت و دیانت کے اعتبار سے بھی یہ شخص قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے اس کو ووٹ دے رہا ہے تو یہ ایک جھوٹی شہادت ہے جو سخت کبیرہ گناہ اور وبال اور آخرت ہے شہادت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے۔

کونوا قوامین شہداء بالقسط

اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ

کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ

ان دونوں آیتوں میں مسلمانوں پر فرض کیا ہے کہ سچی شہادت سے جان نہ چرائیں، اللہ کے لیے ادائیگی شہادت کے واسطے کھڑے ہو جائیں تیسری جگہ سورہ طلاق میں ارشاد ہے۔

واقیموا الشہادۃ للہ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے سچی شہادت قائم کرو۔ ایک آیت میں شہادت کا چھپانا حرام اور گناہ قرار دیا ارشاد ہے۔

ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ

یعنی شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے ان تمام آیات نے مسلمانوں پر فریضہ عائد کر دیا ہے کہ سچی گواہی سے جان نہ چرائیں ضرور ادا کریں لیکن جھوٹی شہادت سے ضرور اجتناب کریں صحیح بخاری کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی شہادت کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے اور بخاری اور مسلم کی حدیث میں جھوٹی شہادت کو اکبر کبائر فرمایا ہے جس حلقہ میں چند امیدوار کھڑے ہوئے اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت دیانت اور دینداری کے اعتبار سے فلاں [illegible] قابل ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔ اس لیے ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا کسی طمع و خوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے

۲۔ نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی از روئے قرآن و حدیث ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا کہ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے اس کا حکم قرآن کے الفاظ میں یہ ہے۔

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا

یعنی جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا تو جس کے حق میں سفارش کی ہے

ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا

اس کے نیک عمل کا حصہ اس کو بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے۔ یعنی کسی نا اہل اور برے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرتا ہے اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔ اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل، دیانتدار اور متدین آدمی کی سفارش کرے جو قرآن و سنت کے علوم جاننے کی بناء پر مخلوق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نا اہل، نالائق اور غیر متشرع آدمی کی سفارش کر کے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنی کارکردگی کے پانچ سالہ دور میں نیک یا برے عمل کرے گا شرعی طور پر ہم بھی اس کے شریک سمجھے جائیں۔

۳۔ ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا وکیل بناتا ہے لیکن یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق میں ہوتی تو اس کا نفع و نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا مگر یہاں ایسا نہیں کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے اس لیے کسی نا اہل کو ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہے گا

۴۔ ووٹ کی چوتھی شرعی حیثیت امانت کی ہے

اور قرآنی تعلیم کے مطابق امانتوں کو ان کے مستحقین کے سپرد کرنا چاہیئے۔

ان اللہ یأمرکم ان تؤدوا الامنٰت الی اھلھا

بے شک اللہ تمہیں حکم کرتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ادائے امانت کی بڑی تاکید فرمائی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد فرمایا ہو لا ایمان لمن لا امانۃ لہ۔ یعنی جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں۔

ہماری زبان میں عموماً امانت اس مال کو کہا جاتا ہے جو کسی معتمد کے پاس حفاظت کے لیے رکھا جاتا ہے لیکن عربی زبان میں امانت کا مفہوم اس سے بہت عام ہے کسی شخص نے کسی کو راز دار بنا کر کوئی راز کہہ دیا اس کو بھی حدیث میں امانت فرمایا ارشاد نبوی ہے المجالس بالامانۃ اسی طرح مشورہ لینے والے کو مشورہ دینا بھی امانت قرار دیا کہ اپنے نزدیک جو بات صحیح اور مفید ہے اس کے خلاف مشورہ دینا خیانت ہے حدیث میں المستشار موتمن یعنی جس سے کوئی مشورہ لیا جائے وہ امین ہے لہذا اس کو صحیح مشورہ دینا چاہیے اسی مفہوم عام کے اعتبار سے صحیح مسلم کی حدیث میں فرمایا ان الامانۃ نزلت فی جذر قلوب المومنین یعنی صفت امانت اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل میں اتار دی ہے ان تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ جس طرح مالی امانت ایک امانت ہے اسی طرح جس چیز کی ذمہ داری کسی شخص پر عائد ہو وہ بھی امانت ہے۔ چونکہ اسمبلیوں کے لیے نمائندوں کو منتخب کرنا عوام کی ذمہ داری ہے لہذا عوام کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے شریعت کی رو سے جو شخص اس امانت کا اہل اور مستحق ہو اس کو کامیاب بنائیں اور نا اہل اور غیر مستحق کو ووٹ دے کر خیانت کے مرتکب ہو کر موجب عذاب الہیٰ نہ بنیں۔

۵۔ ووٹ کی پانچویں شرعی حیثیت تعاون وتناصر کی ہے کہ ووٹ دینے والا اپنے ووٹ کے ذریعہ اس امیدوار کا عملی طور پر تعاون کر رہا ہے اس لئے اس بارے میں ارشاد باری ہے۔

تعاونوا علی البر والتقویٰ۔ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اور گناہ اور بدعملی یعنی ظلم و ستم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوستی کا دستور العمل پیش کر دیا کہ دوستی میں کسی کی بے جا حمایت نہ کی جائے جیسا کہ آج کل پارٹیوں میں ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پارٹی سے منسلک ہے تو وہ پارٹی کتنی ہی خراب اس کے افراد کتنے ہی بدکردار اور شریعت کے احکام و اصول کو اپنانے کے بجائے کوسوں دور بھاگتے ہوں تو بھی یہ شخص اسی پارٹی کا ساتھ دے گا۔ جبکہ شریعت ایسی بے جا حمایت کی سختی سے مخالفت کرتے ہوئے نیکی اور خداترسی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعاون و تناصر کا حکم دیتی ہے۔ اس لیے ووٹر کو چاہیئے کہ آیت بالا کے اصول کے پیش نظر کسی بے دین، غیر متشرع اور قرآن و سنت کی تعلیم سے ناواقف امیدوار کی حمایت اور تعاون نہ کرے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ پانچ حیثیتیں رکھتا ہے، ایک شہادت، دوسری سفارش، تیسری حقوق مشترکہ میں وکالت، چوتھی امانت اور پانچویں تعاون و تناصر ہے ان پانچ حیثیتوں میں جس طرح نیک متدین صالح اور قابل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں۔ اسی طرح نا اہل اور غیر متشرع آدمی کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے، بری سفارش بھی ناجائز کام میں وکالت بھی امانت میں خیانت بھی اور ناجائز تعاون و تناصر بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان ووٹر کا فرض ہے کہ وہ ووٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لے کہ جس کو ووٹ دے رہا ہے وہ شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں دیندار دیانتدار شعائر اسلام کا پابند اور قرآنی تعلیمات سے واقف ہے یا نہیں محض غفلت اور بے پروائی سے یا وجہ اس عظیم گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔

نوٹ

اگر متذکرہ بالا معیار پر کوئی جماعت پوری نہیں اترتی یا اس کے امیدوار دیندار، دیانتدار اور قابل معلوم نہیں ہوتے یا کسی حلقہ میں کسی دیندار جماعت کا کوئی امیدوار ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس جماعت اور اس کے امیدوار کو ووٹ دیجیے جو خود بھی اور اس کے امیدوار بھی متذکرہ بالا معیار سے سب سے زیادہ قریب ہوں اور جو صلاحیت کار اور خداترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت غنیمت ہوں تو تقلیل شر اور تقلیل ظلم کی نیت سے ان کو ووٹ دینا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

رپورٹنگ: جمیل احمد قریشی

اسلام نے معاشیات کے تمام مسائل حل کر دیئے

ایبٹ آباد میں پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود کا

بصیرت افروز خطاب

۲۴ رمضان المبارک اور جمعۃ الوداع کی بابرکت صبح اپنے ہمراہ بخشش بہا خداوندی رحمتیں لیے ہوئے طلوع ہوئی۔ پو پھٹتے ہی یہ خبر کان پڑی کہ آج ایبٹ آباد قائد اسلامی انقلاب مولانا مفتی محمود تشریف لا رہے ہیں میں خبر سنتے ہی حقیقت کی تلاش کے لیے بے قرار ہو گیا اور دیوانہ وار ادھر ادھر سے صحیح خبر معلوم کرنے کے لیے گھومنے لگا کیوں نہ ہوتا کہ میرے محبوب قائد تشریف لا رہے تھے۔ جن کی نظر شفقت بھی میرے جیسے سیاہ کاروں کے لیے وسیلہ نجات بن سکتی ہے میں اپنے مربی اور شفیق استاد مولانا شفیق الرحمن صاحب کے ہاں پہنچا وہاں سے بھی یہی پتہ چلا کہ مفتی صاحب آ رہے ہیں ان کا کوئٹہ سے ٹیلی فون آیا ہے کہ میں ایبٹ آباد ضرور آؤں گا۔ دل کو تسلی ہوئی اتنے میں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا اور مکی مسجد مدرسہ انوار الاسلام میں مولانا شفیق الرحمن صاحب کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی انہوں نے اعلان کیا کہ صحیح اطلاع ابھی تک موصول نہیں ہوئی لیکن اگر مفتی صاحب ایبٹ آباد آئے تو ہم ختم القرآن کا پروگرام بھی ترتیب دیں گے اور ان سے شرکت کی درخواست بھی کریں گے۔ اب یہ انتظار کی گھڑیاں گذرنے لگیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آج دن بڑا ہو گیا ہے۔ جوں توں کر کے مغرب کا وقت ہو گیا میں اپنے گھر میں مولانا شفیق الرحمن صاحب کی مسجد کے لاؤڈ سپیکر کی طرف کان لگائے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک تقریباً آٹھ بجے یہ اعلان ہوا کہ ساڑھے نو بجے حضرت مفتی صاحب مکی مسجد پہنچ جائیں گے اب یہ خوشخبری سنتے ہی جان میں جان آگئی نا امیدی کا امید میں تبدیل ہو گئی اب یہ خبر تھوڑے سے وقت میں جنگل کی آگ کی طرح ایبٹ آباد کے کونے کونے میں پھیل گئی

یکایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع اکٹھا ہو گیا ابھی تراویح شروع ہی نہیں کی مفتی صاحب اپنے احباب کے ہمراہ مکی مسجد پہنچے جن کا کچھ فاصلے پر پر جوش استقبال کیا گیا۔ ایبٹ آباد والوں کے لیے ایک دن میں تین مسرتیں جمع ہو گئیں۔ ختم القرآن، جمعۃ الوداع، مولانا مفتی صاحب کی آمد یاد رہے کہ مکی مسجد وہ مسجد ہے جس کا آج سے دو سال قبل حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی صاحب نے سنگ بنیاد رکھا تھا اور مدرسہ انوار الاسلام جس کا سنگ بنیاد آج سے بیس سال قبل امام الاولیاء رئیس الصوفیا، مولانا احمد علی لاہوری رح نے رکھا تھا چونکہ مدرسہ پہلے ایک دوسری مسجد سے منسلک تھا۔ لیکن کچھ اس دفعہ سیاسی حالات کا یہ اثر پڑا کہ مساجد بھی پیپلز پارٹی کے ظلم سے محفوظ نہ رہیں کہ مکی مسجد جو کہ ابھی زیر تعمیر ہے کے ساتھ مدرسہ کو ملحق کر دیا گیا مولانا مفتی محمود صاحب کی آمد پر ان کی تقریر سے پہلے استاذہ المکرم مولانا شفیق الرحمن صاحب نے جو ہزارہ میں جمعیت العلماء اسلام کے روح رواں ہیں نے ہدیہ عقیدت جناب مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور درازی عمر اور صحت کے لیے دعا کی خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت قائد المحترم نے فرمایا کہ میں ابھی ابھی دس دن کا کوئٹہ کا دورہ مکمل کرنے کے بعد براستہ لاہور آپ کے یہاں پہنچا ہوں۔ اور ایک دن بھی آرام نہیں کیا لوگ اس ماہ مبارک میں آرام کرتے ہیں لیکن میں نے اپنے سفر کو آرام پر ترجیح دی کیونکہ مکہ بھی رمضان ہی کے مہینے میں فتح ہوا تھا تو میرے لیے رمضان جنگ اور جہاد میں مانع نہیں بن سکتا اور پھر رمضان المبارک کی برکات شامل حال تھیں کہ میرا دورہ بہت زیادہ کامیاب ہوا۔ لیکن آخر انسان ہے چوبیس گھنٹے بیدار تو رہ نہیں سکتا اس واسطے آج ایبٹ آباد

کی رات کو آرام کے لیے مختص کیا تھا۔ لیکن وہ بھی مولانا شفیق الرحمن کے نذر ہو گئی۔ میں اس میں بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ختم القرآن کی تقریب سعید میرے لیے باعث نجات بن جائے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن محض زبانی پڑھ لینے سے مقصد قرآنی حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل چیز اس پر عمل ہے۔ آج میں حیران ہوں کہ قرآن کا اثر نہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے یہ تو ایک انقلابی کتاب ہے۔ وہ اس واسطے کہ ہم حاملین قرآن کو حقیر کمزور سمجھتے ہیں کہ ایک آدمی کے اگر دو بیٹے ہوں ایک قرآن پر پورا عبور رکھتا ہے اور دوسرا کاروباری قسم کا آدمی ہے قرآن نہ جانتا ہو تو لوگ قرآن جاننے والے کو بہت کمزور سمجھیں گے اور کہیں گے یہ تو ویسے ہی ملاں ہے اور دوسرے کو جو کہ قرآن علوم سے جاہل اور کورا ہے اسے بڑا طاقتور سمجھیں گے کیا یہی بات نہیں؟ سب مجمع نے ایک آواز میں سر ہلایا آپ نے فرمایا کہ یہی تو وجہ ہے کہ قرآن کا اثر نہیں اور دوسرا یہ کہ اسے گلے سے اوپر پڑھا جاتا ہے دل میں اسے جگہ نہیں دی جاتی۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن گلے سے اوپر اوپر دل پر کچھ اثر نہیں ہوگا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آج کہا جائے کہ امریکہ بڑی طاقت ہے روس چین ایشیاء وغیرہ پانچ یا چھ بڑی طاقتیں ہیں اور اسلامی ملک کا نام تک نہ آئے کہ آج تک کسی بھی اسلامی ملک نے ایٹم نہیں بنایا حالانکہ ان کے قانون اللہ نے انہیں حکم دیا ہے کہ

کہ کفار کے مقابلہ میں اپنی مضبوط طاقت بنا ڈالو اور پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

الا اُن القوۃ ھی الرمی الا ان القوۃ ھی الرمی۔ اس زمانے میں تیر اندازی کا فن سیکھنا ہی قوت تھا تو جیسے نماز کا حکم ہے اور وہ فرض ہے اس طرح حج، زکوٰۃ، روزہ فرض ہیں اسی طرح قوت کے بڑھانے کا بھی صیغہ امر ہے اور فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں دو بڑی طاقتیں یعنی فارس اور روم لیکن جب مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی حکومت مدینہ میں قائم کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی طرف گرامی نامے لکھے اور نہایت ہی مختصر الفاظ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من محمدؐ عبداللہ و رسولہ الی ھرقل عظیم فارس اسلم تسلم کہ مان جاؤ بچ جائے گا ارشاد کیا کہ اگر نہ مانے تو نہ بچ سکو گے آخر یہ کیا چیز تھی کہ وہ یہ جرأت کر رہے تھے وہ یہ کہ قرآن نے صحابہ کرام کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا تھا وہ اب کسی سے نہیں ڈرتے اور حقیقت یہی ہے کہ جب قرآن ان پر اترتا جاتا ہے تو انسان موت و حیات کی کشمکش سے بالاتر ہو کر سوچتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ موت ایک دن آنی ہے وہ دن آگے پیچھے نہیں ہونا خواہ بستر پر ہو یا میدان جنگ میں اور جب آدمی موت کے لیے تیار ہو جاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مار نہیں سکتی جب ہرقل فارس کے پاس خط لے کر گئے تو اس نے مدینہ کے کچھ آدمی جو کہ تجارت کی غرض سے گئے تھے اور ان میں ابو سفیان جو نبی کریم کے ساتھ چوتھی پشت میں عبدالمناف میں شریک تھے۔ اور ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اس نے ان سب کو بلایا اور کہا کہ تم میں سے کون اس شخص کے زیادہ قریب ہے ابو سفیان نے کہا کہ میں۔ اس پر ہرقل نے کہا کہ اگر یہ واقعی انہی اوصاف کا مالک ہے جس کا ذکر کتب سابقہ میں آیا تو وہ میرے تخت کا مالک بن جائے گا۔ آخر حضرت عمرؓ کے دور میں یہ دونوں بڑی طاقتیں اسلام کے تسلط میں آ گئیں مولانا مفتی محمود صاحب نے وحی کی ابتدا پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جبل نور پر غار حرا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم خلوت میں بیٹھے سابقہ پیغمبروں کی شریعت کے مطابق عبادت کر رہے تھے زاد راہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ بنا کر لیے دیتی تھیں وہ چند دن گذارنے کے بعد پھر آتے اور واپس چلے جاتے خدا کی عبادت میں مشغول رہتے ایک دن اسی طرح خلوت میں بیٹھے تھے کہ جبرائیل امین آئے اور فرمایا اقرأ آپ نے جواباً عرض کیا ما انا بقارئ پھر جبرائیل امین اپنے سینے کے ساتھ دبانے کے بعد فرمایا اقراء آپ نے پھر وہی جواب دیا تیسری مرتبہ جب سینے سے دبا کر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بھی جبرائیل کے ساتھ پڑھنے لگا۔ سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ فکر نہ کریں جو خدا عدم سے وجود میں لا سکتا ہے وہ آپ کی زبان سے قرآن بھی پڑھوا سکتا ہے۔ آپ گھر آئے سردی لگ رہی تھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا کہ زملونی تو انہوں نے کمبل دی اور واقعہ سنایا حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں مسلمانوں کی دستگیری کرتے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ کچھ تکلیف نہیں دیں گے وہ آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس چلی گئیں جو کہ تورات انجیل کے عالم تھے تو انہوں نے فرمایا کہ کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا تو اس کی ضرور مدد کرتا جب کہ قوم اس کو نکالے گی آپؐ نے حیرانگی سے پوچھا کہ کیا قوم مجھے نکالے گی۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ہاں ہمیشہ پیغمبروں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے ایک مرتبہ جناب نبی کریم چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے کہ جبرائیل آتے ہیں اور یہ آیات

سناتے ہیں کہ اب آرام کا وقت نہیں اس پر آپ کوہ صفا پر چڑھے اور اپنے قبیلے کے آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ میں نے تم میں عمر گذاری مجھے کیسا پایا سب نے یک زبان جواب دیا کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب دعوت دی تو سب سے پہلے اپنا حقیقی چچا آپ کے مخالف ہو کر کہنے لگا

قرآن نے جواب دیا کہ تباہی کی دعا کرنے والا تباہ ہو گیا تبت یدا ابی لہب

مولانا مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ قرآن کا انقلاب ایسا آیا کہ جب ابوبکر ملے تو صدیق بنے عمر ملے تو فاروق بنے عثمان ملے تو ذی النورین بنے علی ملے تو وہ حیدر کرار بن گئے اور فرمایا کہ ہم نے اس پاکستان کو اسلام کے واسطے سے حاصل کیا تھا۔ آج بھی اگر قرآنی قوانین کو اپنایا جائے تو ایسے نفوس تیار ہو سکتے ہیں مولانا مفتی محمود نے کہا کہ ہم نے اسلام کا واسطہ دے کر پاکستان کو حاصل کیا تھا اگر اس میں اسلام نافذ نہیں کرنا تھا تو پاکستان کے حاصل کرنے کا کیا جواز تھا۔ لیکن ہم نے اسمبلیوں میں ایسے آدمی بھیجے جو کہ اسلام کو نافذ نہیں کر سکتے تھے اور میں قسم کا قائل تو نہیں ہوں لیکن مسجد میں بیٹھے ہوئے دعوے سے کہتا ہوں کہ چور، ڈاکو، شرابی اسلام کو نافذ نہیں کر سکتے کیونکہ آج مارشل لاء کے پانچ درّے لگیں تو لوگ کانپتے ہیں تو جب شرابی کو ۸۰ درے لگیں گے تو رشوت کون کھانے کے لیے تیار ہو گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میری پیٹھ پر درّے لگتے ہیں تو لگیں لیکن اسلام نافذ ہو جائے تو اگر وہ اسلام دعویٰ میں مخلص ہے تو وہ شراب ہی نہ پیئے یہی حال چور کا ہے آج لوگ کہتے ہیں کہ اگر چور کی حد نافذ کر دی تو سب لوگ ٹنڈے ہو جائیں گے میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی طرح پوری پاکستانی قوم کو چور سمجھ رکھا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ اسلام میں چوری کی حد سے ہاتھ ٹنڈے نہیں ہوں گے بلکہ لمبے لمبے ہاتھ جو کہ دوسروں کے گھروں تک پہنچتے ہیں اور پھر اپنے زیادہ لمبے کہ ریل کے انجن بھی پٹڑی سے چوری کر لیتے ہیں اب ظاہر بات ہے کہ ریل کے انجن میں اور آپ مل کر بھی اٹھا نہیں سکتے ضرور لمبے ہاتھوں والوں نے اٹھائے ہیں وہ برابر ہو جائیں گے۔ ان کی لمبائی ختم ہو جائے گی۔

قومی اتحاد کے صدر نے کہا کہ ابھی تو بھٹو سابق وزیر اعظم اندر گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں دوبارہ آؤں گا حالانکہ پاکستان کی تاریخ میں وزیر اعظم جانے کے بعد کبھی دوبارہ نہیں آیا تو یہ کیسے آئے ہیں لیکن جب دھاندلی سے ایک مرتبہ آئے تو قوم نے کہا کہ تاریخ کو دھبا لگتا ہے تو ٹانگ سے پکڑ کر دھڑام سے نیچے گرا دیا۔

مولانا مفتی محمود نے کہا کہ پاکستان میں سوائے اسلام کے کوئی دوسرا طرز حکومت نہیں چل سکتا اسی واسطے تو پیپلز پارٹی بھی اسلام کا نام لیتی ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ لیکن اس کا دوسرا نعرہ اس کی نفی کرتا ہے کہ سوشلزم ہماری معیشت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں اسلام مکمل ضابطہ حیات نہیں اور اب جب ہم اسلامی حکومت کا نام لیتے ہیں تو معاشیات کا مسئلہ سامنے

رکھے ہیں حالانکہ اسلام نے معاشیات کے تمام
مسائل حل کر دیے اور اسلام کو نافذ کرنے سے
خود بخود مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ قرآن نے کہا کہ
ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ کہ
ایک مرتبہ نبیؐ کے جہاں آئے اور فرمایا کہ ان کی ضیافت
کون کرے گا ایک صحابی تیار ہوئے باوجود اس کے
کہ گھر میں بمشکل اپنا گزارا تھا۔ لیکن بیوی کو کہا کہ
جب کھانا کھانے بیٹھیں تو بتی ٹھیک کرنے کی غرض
سے چراغ بجھا دینا اس طرح میں نہیں کھاؤں گا
وہ کھاتا رہے گا اسی طرح ایک غزوہ میں زخمیوں
کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی ایک نے پانی مانگا
جب پانی لایا گیا تو دوسرے نے آواز دی پہلے
نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اسی طرح اس پانی
کی مشک نے پورے میدان میں چکر لگایا لیکن کسی
نے پانی نہ پیا ہر اک نے دوسرے کی طرف اشارہ
کر دیا کہ تو اسی طرح اسلام میں معاشیات کے
مسائل کا حل موجود ہے۔ پھر فرمایا کہ تیسرا پیپلز
پارٹی کا نعرہ کہ جمہوریت ہماری سیاست ہے میں
حیران ہوں کہ کون سی جمہوریت ان کی سیاست آیا
وہ جمہوریت کہ جس کا ثبوت بلوچستان میں پیش
کیا کہ ایک آدمی اسمبلی میں نہیں لیکن حکومت بنالی سرحد
میں صرف تین سیٹیں ملی لیکن حکومت اپنی بنالی اور
پھر اپنے سیاہ دور میں متعدد سیاسی قتل اغوا
کی وارداتیں ہوئیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں مری میں تھا کہ جنرل ضیاء
سے میں نے پوچھا کہ عطاء اللہ مینگل کے لڑکے اسداللہ
کا کیا ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ زندہ نہیں
آج اسداللہ مینگل کے والدین پہ کیا گزر رہی ہوگی
کہ اٹھارہ سالہ نوجوان موت کے گھاٹ اتار دیا
میں اب اس تحقیق میں ہوں کہ اسے کس جگہ دفن
کیا گیا جنازہ کس نے پڑھایا آیا یہی جمہوریت
ہے جو کہ ان کی سیاست ہے اس نے تو چنگیز
ہلاکو ٹیلر اور مسولینی کا ریکارڈ توڑ کے رکھ دیا
مفتی صاحب نے فرمایا کہ اب بھٹو کسی ایک
شخص کا نام نہیں رہا بلکہ ہر ظالم کا نام بھٹو ہے اور
اور بڑے بھٹو کو اتارتے اتارتے ہماری تو
نصف ٹل گئی (مزاحیہ انداز میں) اب بڑا بھٹو تو ختم
ہو گیا ہے ہر جگہ چھوٹے چھوٹے بھٹو ہیں غالباً ادھر
بھی کوئی بھٹو ہے جس بھٹو کی وجہ سے مسجد بنی رہی ہے
ہے (مزاحیہ انداز میں) انشاء اللہ ختم ہو جائیں گے
آپ نے فرمایا کہ وہی قرآن آج بھی ہمارے پاس
موجود ہے جس نے عرب میں ایک عظیم انقلاب برپا
کیا تھا اگر آج بھی اسے
نافذ کیا جائے تو انقلاب آسکتا ہے اور انشاءاللہ
اب وہ دن دور نہیں کہ اس ملک میں اسلامی نظام
نافذ ہو کر رہے گا۔ آپ اپنی کوشش محنت کو
جاری و ساری رکھیں خدا آپ کا حامی و ناصر ہوگا

بہ سلسلۂ غلامیٔ ہند
کی دل خراش کہانی

قسط نمبر ۲

الطاف الرحمٰن بنوی

دہلی کے علاوہ جنگ آزادی کے دوسرے بڑے بڑے مراکز

مسلمان ہی جنگ حریت کے اصل محرک اور مرکزی کردار تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ناکامی کے بعد سب سے زیادہ انہیں کو ظلم وستم کا نشانہ بنا دیا گیا

ویسے تو ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے مگر ان میں سے کئی جگہوں کو مرکزی حیثیت سے زیادہ اہمیت حاصل تھی لکھنؤ کے عوام نے حضرت بیگم کی سرکردگی انگریزوں کو مار مار کر اپنے شہر سے نکال دیا۔ اودھ کے سپاہی احمد اللہ نامی ایک جرنیل کی سرکردگی میں انگریزوں پر قہر بن ٹوٹتے تھے اور انہیں خاک و خون میں غلطاں کر دیتے تھے خیال تھا کہ لکھنؤ انگریزوں کا مدفن ثابت ہوگا لیکن بدقسمتی سے احمد اللہ اور حضرت محل بیگم کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے جس سے وہاں کے حریت پسندوں کی قوت کمزور پڑ گئی۔ اگرچہ انگریزوں کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا تاہم وہ لکھنؤ پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ احمد اللہ شاہجہان آباد چلا گیا جہاں ایسے ایک ہندو نے انعام کے لالچ میں قتل کر دیا۔

کانپور بھی جنگ آزادی کا ایک اہم مرکز تھا یہاں حریت پسندوں کی قیادت نانا صاحب کے ہاتھ میں تھی جس نے اپنی پیشوائی کا اعلان کیا تھا اس نے کانپور میں موجود انگریز فوجوں کو شکست دے کر انہیں بیدردی سے قتل کر دیا اور ان کی لاشیں کنوؤں میں پھنکوا دیں انگریز فوجوں نے انتقام کی غرض سے حملہ کر دیا اور وہاں کے عوام پر لرزہ خیز مظالم ڈھائے۔ جھانسی کی رانی لکشمی بائی نے بھی بیس ہزار فوج جمع کر کے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا وہ نہایت بے جگری سے لڑی مگر شکست کھائی۔ رفتہ رفتہ ہر محاذ پر انگریزوں کو کامیابیاں ہوتی چلی گئیں اور اس طرح سے ہندوستانیوں کی جنگ آزادی ناکام ہو گئی۔

سامراجیوں کے خلاف ہندوستانیوں کی اس جنگ آزادی میں مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا بلکہ یہ کہنا زیادہ بجا ہوگا کہ وہ [redacted] کے روح رواں تھے۔ ان کے دینی و مذہبی رہنماؤں نے جہاد اسلام کے شرائط پورے کرنے کے لیے تھانہ بھون میں باقاعدہ آزاد اسلامی خلافت بھی قائم کر لی تھی اور اسی خلافت کے منتخب شدہ امیر حاجی امداد اللہ صاحب کی قیادت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی محمد ضامن اور عامۂ مسلمین کی ایک بڑی تعداد نے جہاد شاملی لڑی تھی یہی وجہ تھی کہ جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں اور خاص کر ان کے علماء کو سب سے زیادہ ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا لاکھوں بے گناہ شہریوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا اور لاتعداد کو پھانسیوں پر لٹکا دیا گیا ان کے مال و اسباب اور جائیدادوں کو لوٹ لیا گیا اور ان پر تمام ملازمتوں کے دروازے بند کر دئے گئے۔

مسلمان علماء کو توپوں سے اڑا دیا گیا سور کی کھال میں سلوا کر ابلتے تیل کے کڑھاؤں میں ڈالا گیا مسٹر رسل لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو خنزیر کی کھالوں میں سی دیا گیا اور قتل کرنے سے قبل خنزیر کی چربی ان کے بدن پر ملی گئی اور پھر انہیں جلایا گیا۔ مسجد فتح پوری سے لال قلعے کے دروازے تک درختوں کی شاخوں پر مسلمان علماء کی لاشیں لٹکائی گئیں مولف تبصرۃ التاریخ لکھتا ہے کہ صرف سات دن میں ستائیس ہزار مسلمان قتل کر دئے گئے۔ جن میں ستائیس شاہی خاندان کے افراد تھے۔

جد وجہد آزادی کی پاداش میں بہادر شاہ اور اس کے خاندان پر کیا گزری؟ یہ ایک نہایت ہی لرزہ خیز اور اندوہناک داستان ہے جس سے انگریزوں کی ستم کاری اور بربریت کا ایک نہایت ہی صاف اور واضح نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

ضمیر فروش غدار مرزا الٰہی بخش بہادر شاہ کو مقبرہ ہمایوں میں لانے میں کامیاب ہو گیا اور مفتی رجب علی کی ارشاد سے وہیں روکے رکھا مفتی صاحب نے یہ خوشخبری ہوڈسن کو سنادی اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ با[redacted] زینت محل اور شہزادہ جوان بخت کی جان بخشی کا حتمی فیصلہ کئے بغیر ہوا لگی منزل بخیر و عافیت طے نہ ہوگی۔ ہوڈسن انگریزی فوج کے سپہ سالار ولسن کے پاس پہنچا اور بادشاہ کو جان بخشی کے وعدے پر گرفتار کرنے کی اجازت مانگی ولسن اس وعدے کے لیے تیار نہ تھا لیکن دوسرے افسروں کے مشورہ کی بنا پر اس نے ہوڈسن کو اجازت دے دی اور وہ پچاس سوار لے کر ہمایوں کے مقبرے کی طرف روانہ ہوا۔

اگرچہ مرزا الٰہی بخش نے سب کچھ طے کر کے ہوڈسن کو اطلاع بھیجی تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اس اثناء میں پھر بادشاہ کی رائے بدل گئی۔ اسے یقیناً رہ رہ کر خیال آتا ہوگا کہ انگریزوں سے اچھے سلوک کی امید نہیں کی جا سکتی بلا شبہ بخت خان کے ساتھ چلے جانے میں تکلیفوں اور مشقتوں کا بھی قوی اندیشہ تھا مگر قید و بند کی اس زندگی سے آزادی کی زندگی بہر حال بہتر تھی۔

چنانچہ پھر بحث شروع ہوئی جس کا سلسلہ دو گھنٹے تک جاری رہا بادشاہ کی اپنی ملکہ زینت محل اور مرزا الٰہی بخش کا اصرار تھا کہ جان بخشی کا وعدہ قبول کر کے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دینا چاہیے بادشاہ پر [illegible] کی کیفیت [illegible] کے بعد ہوڈسن کے پاس پیغام بھیجا گیا کہ [illegible] ہوڈسن نے بلا تامل اقرار کر لیا اس کے بعد مقبرہ سے نکلنے کی تیاری ہوئی۔

چنانچہ سب سے آگے بیگم زینت محل کی پالکی تھی اس کے پیچھے مرزا جواں بخت کی سواری تھی سب سے آخیر میں خود بادشاہ ہوادار سوار تھا ہوڈسن یہ دیکھتے ہی پناہ گاہ سے نکل کر دروازے کے سامنے آگیا اور شاہی ہوادار کے برابر پہنچ کر اس نے کہا کہ ہتھیار دے دئے جائیں بادشاہ نے پوچھا تم ہوڈسن بہادر ہو؟ جواب اثبات میں ملا تو کہا کہ میں تمہاری زبان سے بھی ایک مرتبہ اپنی بیگم اور شہزادے کی جان بخشی کا وعدہ چاہتا ہوں۔ ہوڈسن نے وعدہ دہرادیا بادشاہ نے ہتھیار حوالے کردئے۔

ہمایوں کے مقبرے سے سواریاں بھیج بھیج کر شہر کی جانب روانہ ہوئیں کل چھیالیس افراد بادشاہ کے ساتھ تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ دہلی دروازے سے شہر میں نہ لایا گیا جو ہمایوں کے مقبرے سے قریب ترین راستہ تھا بلکہ لاہوری دروازے کا رُخ کیا گیا جو مغربی سمت میں تھا اور چاندنی چوک میں سے گزار کر اسے لال قلعے میں پہنچایا گیا۔

کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس وقت بادشاہ کے جذبات کیا ہوں گے وہی لال قلعہ تھا جس کا دیوان خاص کبھی تختِ طاؤس سے مزین تھا اور بڑے بڑے گردن افروزوں کے سر اس کے سامنے جھکتے تھے وہی لال قلعہ تھا جس نے کے دورِ عروج اور ہندوستان کے شکوہ و شوکت کی وہ بہار دیکھی تھی جس کی مثال مشرق و مغرب کی کوئی بادشاہی پیش نہ کرسکی اب اسی لال قلعہ میں شاہجہان و عالمگیر کی میراث کا آخری حامل ایک بے بس اور بیکس قیدی کی حیثیت سے داخل ہورہا تھا۔

بادشاہ کی سواری نقارخانے کے پاس دیوانِ عام کے قریب رکھی گئی اس نے انگریزی فوج کے سپہ سالار ولسن سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی ولسن نے انکار کردیا اور اپنے ایڈیکانگ لفٹنٹ میک ڈول کو بھیجا ساتھ ہی ہدایت کردی کہ بادشاہ پر انگریزی گارڈ کا پہرہ لگا دیا جائے اور اسے اس مکان میں رکھا جائے جو قلعہ میں بیگم زینت محل کا تھا اس حکم کی تعمیل ہوگئی۔

قیصر التواریخ کا بیان ہے کہ جب بادشاہ کی سواری دیوانِ عام کے سامنے رکی تو انگریز افسروں نے "زبانِ طعن و تشنیع پر فحش کھولی گویا سارے ہندوستان بادشاہ پر نکالے ایک ساعت تک یہ مینہ برستا رہا بخارات نکالے

بعد ازاں ایک صاحب نے بادشاہ کی ران پر ہاتھ مارا۔ حبشی نے اسے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ دو تین صاحبوں نے مل کر اس باوفا کو مار ڈالا وہ اپنے حق نمک سے ادا ہوا۔ باسورتھ سمتھ لال قلعے پر قبضے کے بعد کی کیفیت بتاتا ہوا لکھتا ہے۔

"وہی مسکین بوڑھا بادشاہ بھی دوبارہ پہنچ گیا تھا جو بے دست و پائی کی بنا پر باغیوں کے لیے ایک سہارا یا ان کے ہاتھ میں آلہ کار رہ چکا تھا وہ اپنے محل سے بے دخل ہوچکا تھا ایک کمرے میں اسے رکھا گیا تھا اور اس کی موت و حیات کا مسئلہ درپیش تھا وہ افسروں اور سپاہیوں کی تذلیل و تحقیر کا نشانہ بنا ہوا تھا اس کے پاس ملکہ اور تیموری گھرانے کی شہزادیاں سمٹی بیٹھی تھیں وہ اجنبیوں یا بے رحموں کی شوخ نگاہوں سے چھپنے کی ناکام کوشش کررہی تھیں اور ایک مشرقی خاتون کے لیے غیروں کی نگاہ بازی کا مرکز بننے کی شرم و موت سے بدتر ہوتی ہے اس سیاہ نصیب گروہ میں سب سے زیادہ خوش یا کم سے کم ناخوش خود بوڑھا بادشاہ تھا معلوم ہوتا تھا کہ بڑھاپے کے باعث وہ اپنی بدبختی اور ذلت سے قریباً بے حس ہوچکا تھا۔"

یہ ظلم و تعدی کے اس دورِ تاریک کی پہلی شام تھی جس میں بہادر شاہ کے حیاتِ مستعار کے باقی اوقات بسر ہونے والے تھے بادشاہ کی گرفتاری سے دوسرے دن مرزا الٰہی بخش اور منشی رجب علی دونوں اپنے آقا میجر ہوڈسن کے پاس پہنچے اور اطلاع دی کہ بادشاہ کے دو بیٹے اور ایک پوتا بھی مقبرہ ہمایوں میں یا آس پاس چھپے بیٹھے ہیں اس اطلاع نے ہوڈسن کی وحشیانہ خصلتوں میں ہیجان پیدا کردیا چنانچہ اس نے سپہ سالار سے اجازت لی اور اپنے دستے کے کمانڈر لفٹیننٹ میکڈول نیز ایک سو سواروں کے ہمراہ مقبرے پہنچ گیا منشی رجب علی اور مرزا الٰہی بخش بھی ساتھ تھے ان کی وساطت کے بغیر شہزادوں سے گفتگو بھی نہیں ہوسکتی اگر بیچ میں کوئی مشکل اور خطرناک مرحلہ پیش آجاتا تو انہیں دونوں کی امداد اور صلاحیت و سخن سازی کے ذریعے یہ مرحلہ بخیر و عافیت طے ہوسکتا تھا۔

شہزادوں میں سے دو بہادر شاہ کے بیٹے تھے ایک مرزا مغل اور دوسرا مرزا خضر سلطان تیسرا ابوبکر مرزا فخرو مرحوم کا بیٹا اور بہادر شاہ کا پوتا تھا۔ ان کے ساتھ متوسلین کی خاصی تعداد موجود تھی ہوڈسن نے لکھا ہے کہ اس مجمع سے ہوڈسن نے ہتھیار رکھ دینے کا مطالبہ کیا تو پانچ سو تلواریں اور پانچ سو سے زیادہ بندوقیں جمع ہوگئیں خود ہوڈسن کا بیان ہے

میں نے اپنے تمام انتظامات کرلیے مقبرے میں داخل ہونے یا باہر نکلنے کی تمام راہیں بند کردیں پھر شاہی خاندان کے ایک چھوٹی شاخ کے ایک فرد کو اور اپنے یک چشم مولوی رجب علی کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں شہزادوں کو سزا دہی کی غرض سے گرفتار کرنے آیا ہوں اور اس کام کو پورا کرنے کا ارادہ کیے بیٹھا ہوں خواہ کوئی صورت پیش آجائے دو گھنٹے کی نقطی نزاع اور امید و بیم کی اضطراب انگیز حالت کے بعد شہزادے نمودار ہوئے اور پوچھا کہ آیا ہماری جان بخشی کا وعدہ کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا قطعاً نہیں اور انہیں پہرے کی حفاظت میں شہر کی جانب روانہ کردیا۔

بیلی سن نے لکھا ہے۔ کہ شہزادوں کے ہمراہیوں میں سے من چلے آدمیوں نے ہوڈسن کو دیکھا تو التجائیں کیں کہ اس کا مقابلہ کیجیے لوگ جانیں لڑائیں گے۔ اگر یہ پیش کش قبول کرلی جاتی تو شہزادوں کے لیے بھی یہ راستہ عزت افزا ہوتا اور ہوڈسن کی شہرت کے لیے بھی یہ صورت دس ہزار مرتبہ بہتر سمجھی جاتی اس حالت میں انگریز کم از کم یہ کہنے کے قابل نہ ہوجاتے کہ ہوڈسن نے دشمنوں کو کھلی لڑائی میں قتل کردیا۔

ایک اور بیان مظہر ہے کہ شہزادوں نے رفیقوں سے صلاح کی تو انہوں نے کہا کہ تیموری خاندان کے لوگ مجبور ہوکر قید نہیں ہوا کرتے تلوار اٹھاتے ہوئے لڑتے ہیں ہمیں بھی مردانہ کام کرنا چاہیے۔ مرنا ہے تو پھر بہادروں کی موت کیوں نہ مریں"

افسوس کہ شہزادوں نے یہ مشورہ قبول نہ کیا کیا یہ سمجھا جائے کہ وہ حمیت اور مردانگی سے خالی ہوچکے تھے یا یہ سمجھا جائے کہ مرزا الٰہی بخش اور رجب علی کی باتوں نے انہیں فریبِ تحفظ میں مبتلا کردیا تھا حالانکہ اس کے لیے کوئی گنجائش موجود نہ تھی

غرض شہزادے سائبان والی بیل گاڑی میں مقبرہ سے باہر نکلے ایسی ہی گاڑیوں میں وہ ہتھیار بھرے ہوئے تھے جو ہوڈسن نے امن وقت میں جمع رکھوائے تھے۔ شہزادوں کی گاڑی کے دونوں جانب ہوڈسن نے پہرے لگا دئے اور گاڑی وا

گولا ہوری دروازے کی جانب چلنے کی ہدایت کی۔ لوگ اس گاڑی کے پیچھے بھی اس طرح روانہ ہوئے جس طرح دن پہلے بادشاہ کی سواری کے پیچھے روانہ ہوئے تھے ہوڈسن کے ایک سوار گاڑی اور مجمع کے بیچ میں تھے کسی طرح کا اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا لوگوں کے حوصلے اتنے پست ہو چکے تھے کہ وہ کوئی مخالفانہ قدم اٹھا ہی نہیں سکتے تھے۔ اگر ان کی طرف سے کوئی بھی مزاحمت ہوتی تو یہ امر ہوڈسن کے لیے یقیناً باعث مسرت ہوتا اس لیے کہ وہ خون کا پیاسا تھا۔ وحشیانہ خصائل کے غلبے نے اس کے تمام نازک احساسات کند کر دیے تھے گرفتاری سے شہر دہلی تک مسافت کا ۵/۶ حصہ طے ہو چکا تھا اور اس اثنا میں مجمع کی طرف سے مخالفت کی خفیف سی حرکت بھی سرزد نہ ہوئی تھی۔ شاید ہوڈسن کی آرزو تھی کہ مجمع کی طرف سے کوئی حرکت سرزد ہو اور وہ اپنی دلی خواہش پوری کرے آخر اس نے اپنے سواروں پر ہجوم کے دباؤ کو بہانہ بنایا گھوڑا دوڑا کر بیل گاڑی کے پاس پہنچی شہزادوں کو حکم دیا کہ گاڑی سے اتر آئیں اور اوپر کا لباس اتار دیں۔ پھر اپنے سواروں سے مخاطب ہو کر بلند آواز سے کہنے لگا تاکہ ہجوم بھی سن لے "یہ قیدی وہی قصاب ہیں جنہوں نے انگریز عورتوں اور انگریز بچوں کو قتل کرایا حکومت کا منشا یہ ہے کہ انہیں موت کی سزا دی جائے" یہ کہتے ہی اپنے ایک سوار سے قرابین لی اور تین بے دست و پا شہزادوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا خود ہوڈسن کا بیان ہے کہ میں نے شہزادوں کو یکے بعد دیگرے گولی سے مارا مجمع کے لبوں پر اللہ اکبر کی صدا جاری ہو گئی اور دہشت زدہ مسلمان چپ چاپ آہستہ آہستہ منتشر ہو گئے باسورتھ سمتھ نے اس بارے میں انتہائی صاف گوئی سے کام لیا ہے اور اس وجہ سے اصل فعل کی سنگینی کم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے اب اس کے مرتکب اس کے ہم قوم تھے وہ لکھتا ہے "یہ سہ گانہ قتل ایک احمقانہ اور بے دردانہ قتل تھا شہزادے ہوڈسن کے ہاتھ میں بے دست و پا قیدی تھے ہمارے ہم وطنوں کے قتل میں شرکت کے متعلق نہ کوئی قابل ذکر شہادت دی گئی تھی اور نہ دی جا سکتی تھی ان کی شناخت بھی اس غدار جرائم دمراد غالباً مرزا الٰہی بخش تھا کی تنہا گواہی پر موقوف تھی جو اپنے عزیز ترین دوست کی زندگی بھی قربان کر دینے کے لیے تیار ہو جاتا بشرطیکہ خود اسے کوئی فائدہ پہنچ سکتا اگر شہزادوں پر مقدمہ چلایا جاتا تو بڑے اہم اسرار کی پردہ کشائی ضرور ہوتی ان کے لیے جرائم کے تناسب سے سزا تجویز ہوتی اور مجرمانہ تالیوں کے جابرانہ طنطنے کے ساتھ یہ سزا ضرور نافذ ہوتی اور وہ شخص کون تھا جس نے پولیس کے پیادے، مجسٹریٹ، جج، جیوری اور جلاد کا اختیار اور نہایت بھیانک اختیار بیک وقت اپنے ہاتھ میں لے لیا؟ وہ وہی تھا جس کے بارے میں پیش نظر شہادت کی بنا پر یہ کہتے ہوئے قطعاً باک نہیں کہ ...... اس کا جرم شاہی خاندان کے کسی زیادہ سے زیادہ مجرم فرد سے کم ہرگز نہ تھا اس فعل سے دراصل شخص کو مناسبت اور شخص سے فعل کو مناسبت تھی"

کمال الدین حیدر لکھتے ہیں کہ شہزادوں کی لعشیں تین دن تک کوتوالی کے چبوترے پر پڑی رہیں پھر انہیں درگاہ خواجہ باقی باللہ میں دفن کرا دیا مولوی ذکاء اللہ فرماتے ہیں کہ کوتوالی میں چوبیس گھنٹے تک انہیں لٹکوائے رکھا حد درجہ دردناک بیان وناک سادر کر کہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

کہ کسی گورنمنٹ کے وقت انتقام کی ہیبت ہرگز آشکارا نہ ہو سکتی لہذا ان کی نعشیں کوتوالی کے سامنے ڈال دی گئیں جب گدھے ان کا گوشت نوچ چکے تو سڑتے ہوئے جسدوں کو کھنچوا کر دریا میں ڈلوا دیا گیا۔ آہ زمانے تیرے انقلابات! شہنشاہ اکبر اعظم کی اولاد پر نماز جنازہ ادا کرنے اور انہیں آغوش زمین میں سلانے والا بھی کوئی نہ تھا۔

بہادر شاہ ظفر کو فوجی عدالت کے سپرد کر دیا گیا۔ جہاں کے انگریز ججوں نے مرزا الٰہی بخش، احسن اللہ خاں اور دیگر وطن دشمن عناصر کی فرضی شہادتوں کے بعد اس کی جلاوطنی کے احکام جاری کر دئیے۔

فوجی سپاہیوں نے بہادر شاہ اس کی بیگم زینت محل اور اس کی چھ ماہ کی معصوم پوتی (مرزا جوان بخت کی لڑکی) اور چند دوسرے عزیزوں کو برما کے صدر مقام رنگون پہنچا کر گھوڑوں کے ایک اصطبل میں بند کر دیا۔ ان غریب الوطن مسافروں نے نظر بندی کی پہلی رات نہایت ہی کرب و اضطراب میں گزاری مرزا جوان بخت کی بیمار بچی کی دردناک چیخیں رات کے سکوت کو توڑ کر اصطبل کی چار دیواری میں گونج رہی تھیں۔ بہادر شاہ اپنی اس ننھی سی پوتی کی المناک کیفیت دیکھ دیکھ تڑپ رہا تھا آخر اس نے لرزتے ہاتھوں سے اٹھا کر اس معصومہ کو اپنی گود میں لے لیا عجیب اتفاق کی بات تھی کہ وہ معصوم بچی دادا کی گود میں آ کر بالکل خاموش ہو گئی غالباً اسی وقت ہاتف غیب نے اس کے کان میں سرگوشی کی ہوگی۔ اے معصومہ! اب تو چپ ہو جا تیرے دردناک حالت کو دیکھ کر تیرے غمزدہ دادا کا دل ڈوبا جا رہا ہے بہادر شاہ نے بے بسی اور بیکسی کے انہی حالات کی ترجمانی غم و اندوہ اور یاس و قنوط سے بھرے مندرجہ ذیل اشعار میں۔

اے اسیرانِ خانۂ زنجیر
تو نے یہاں غل مچا کے کیا پایا
نہ دیکھ سکا جو سندِ دل آنکھوں سے
تو نے دریا بہا کے کیا پایا
کشتۂ تیغِ غم سے پوچھ اپنے
تو نے جی سے گزر کے کیا پایا
حاسدوں نے ظفر مرے سر پہ
بوجھ بہتان دھر کے کیا پایا

وطن سے نکالے ہوئے ان دل شکستہ اسیروں کو زندگی کے آخری سانس تک اپنے وطن عزیز کی یاد تڑپاتی رہی اور وہ سب کے سب حاسدوں کی کج ادائی اور سامراجیوں کے جبر پر تاسف کے آنسو بہاتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے اور آج بہادر شاہ ظفر کے سوا ان میں سے کسی کے قبر کا نشان تک نہیں ملتا ہے مئی ۱۹۵۷ء میں یعنی برصغیر کی جنگ آزادی کے سو برس بعد پاک و ہند کی آزاد مملکتوں نے ۱۸۵۷ء کی صد سالہ یاد منانے کا اہتمام کیا اور دونوں حکومتوں کے نمائندے اسی جنگ آزادی کے ہیرو بہادر شاہ ظفر کے مزار پر پھولوں کی چادریں چڑھانے رنگون پہنچے لیکن ان میں بہتر تعداد ان لوگوں کی تھی جن کے آبا و اجداد نے اپنا پیدائشی حق سمجھ کر ملک و قوم سے غداریاں کیں اور اپنے ہاتھوں سے مادر وطن کے گلے میں برطانوی سامراج کی غلامی کا طوق پہنایا تھا غدارانِ وطن کے ان فرزندوں کو اپنے بزرگوں

انکی مذموم حرکتوں پر شرمسار ہونے کی بجائے ٹھاٹھ کے یوم آزادی مناتے دیکھ کر محبانِ وطن بے ساختہ پکار اٹھے۔

نام کی دہلیز پہ ہیں آج بھی یہ سجدہ گزار
جاں بلب کی مدح ہے ان کا وظیفہ صبح و شام

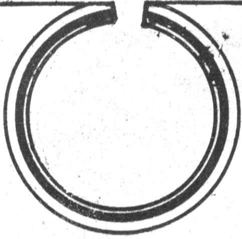
زندہ باد اے انقلاب! اے انقلاب
دے رہے ہیں نامِ آزادی غلام ابن غلام

؎ نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

جنگ آزادی کی اس صد سالہ تقریب پر یوں تو برصغیر کے تمام شاعروں، ادیبوں، مصنفوں اور صحافیوں نے الفاظ کے سنہری ہار گوندھ کر بہادر شاہ کی روح کو خراج عقیدت پیش کیا اور اس کے مزار پر پھولوں کی چادریں چڑھانے والوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے مگر اس وقت سرزمین پاک کے ایک زبردست نقاد اور مایۂ ناز شاعر مجید لاہوری مرحوم کا انداز ان سب سے مختلف اور انوکھا تھا جب رنگوں میں برصغیر کے نام نہاد علمبردارانِ آزادی بہادر شاہ کے مزار پر پھولوں کی چادریں چڑھا رہے تھے اس وقت مجید لاہوری مرحوم کراچی کی ساحل سے بہادر شاہ کی روح کو مخاطب ہو کر کے کہہ رہا تھا۔

؎ یہ فرنگی زادیہ تہذیب مغرب کے غلام
ٹھاٹھ سے لیتے ہیں یوم جنگ آزادی کا نام

پاکستان قومی اتحاد کے



حاجی محمد زمان خان اچکزئی

حلقہ این اے ۱۹۵ کوئٹہ ۲، ضلع پشین (بلوچستان)

حاجی محمد زمان خان اچکزئی حلقہ این اے ۱۹۵ - کوئٹہ ۲ ضلع پشین بلوچستان سے پاکستان قومی اتحاد کے امیدوار برائے قومی اسمبلی ہیں۔

آپ ۲ جون ۱۹۲۵ء بروز جمعۃ المبارک عنایت اللہ کاریز (گلستان) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار سرکاری ملازم تھے اس لئے ابتدائی تعلیم بلوچستان کے مختلف مقامات پر حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان پشین سے ۱۹۴۱ء میں امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ ۱۹۴۳ء میں ایف ایس سی اسلامیہ کالج پشاور سے کیا۔ ایف ایس سی کے بعد حالات کے پیش نظر تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ کیونکہ وہ والد بزرگوار کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اور والد بزرگوار ضعیف العمر ہو چکے تھے۔ لہٰذا اپنی زمینوں کی نگہداشت میں مصروف ہو گئے۔ اور والد بزرگوار کی خدمت کرتے رہے۔

انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز طلباء سیاست سے کیا۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن تحریک پاکستان کے سلسلے میں سرگرم عمل تھی اور مسلم لیگ کے پروگرام کی ترویج کے لئے جدوجہد کر رہی تھی۔ لہٰذا اس میں شامل ہو گئے۔ اور تحریک پاکستان کی جدوجہد میں نمایاں حصّہ لیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ مسلم لیگ میں اس لئے شامل ہو گئے کہ مسلم لیگ نے یہ نعرہ لگایا تھا کہ ہم انگریز اور ہندو دونوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک خطۂ زمین چاہتے ہیں۔ جہاں پہ لا الٰہ الا اللہ کی حکومت ہوگی۔ قیام پاکستان کے بعد جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مسلم لیگ اپنے مقاصد کے حصول میں سنجیدہ نہیں۔ تو وہ بلوچستان کی مقامی اپوزیشن جماعت میں شامل ہو گئے اور ۱۹۵۰ء میں حکومت کی طرف سے بغاوت کا مقدمہ بھی بن گیا۔ دورانِ مقدمہ چالیس روز جیل میں رہے۔ لیکن الزامات میں کوئی حقیقت نہ تھی۔ لہٰذا حکومت کے بوگس مقدمہ کو ختم کر دیا گیا۔ اور نیک چال چلن کی ضمانت اور تنبیہہ کے ساتھ رہا کر دیئے گئے بعد میں نیک چال چلن کے بارے میں اپیل کی جو منظور ہو گئی۔ بعد ازاں نیشنل عوامی پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ ایوبی دور میں بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں حصّہ لیا۔ اور یونین کونسل گلستان اور تحصیل پشین کے ممبر منتخب ہوئے۔ دوسری بار یونین کونسل گلستان کے چیئرمین، تحصیل کونسل پشین اور ضلع کوئٹہ پشین کے ممبر منتخب کئے گئے اور مغربی و مشرقی پاکستان میں بنیادی جمہوریتوں کے مختلف کنونشنوں میں آپ نے اپنے ضلع کی نمائندگی کی۔ چونکہ خدمتِ خلق اور تعمیراتی کاموں کا جذبہ موجزن تھا لہٰذا دن رات محنت کی اور صوبہ بلوچستان میں یونین کونسل گلستان کو مثالی [illegible] ترقیاتی کاموں میں بہت دلچسپی لی۔ [illegible] آبنوشی، تعلیم، سڑکیں اور [illegible] تعمیر کئے۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے موقع پر جمعیۃ علماء اسلام کے منشور کو عین اسلام سمجھتے ہوئے دل اور ضمیر کی آواز پر لبیک کہی اور جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو گئے۔ اور عام انتخابات میں جمعیۃ علماء اسلام کے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے نامزد امیدواروں کے لئے شبانہ روز جدوجہد کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کسی حد تک کامیابی بھی عطا فرمائی۔

ابتدائی طور پر جمعیۃ نے انہیں گلستان کا جنرل سیکرٹری، ضلع کوئٹہ پشین کا صدر اور صوبائی جائنٹ سیکرٹری منتخب کیا۔ بعد ازاں صوبائی جنرل سیکرٹری منتخب کر لیا گیا۔ اور جمعیۃ کی طرف سے ۱۹۷۴ء میں پاکستان سینٹ کے لئے سینیٹر منتخب کر لیا۔ اس بار جمعیۃ کے انتخابات میں انہیں پھر صوبائی جنرل سیکرٹری منتخب کر لیا گیا۔ وہ مرکزی مجلس عمومی و مجلس شوریٰ کے ممبر بھی نامزد کئے گئے۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوّت بلوچستان کے جنرل سیکرٹری منتخب کئے گئے۔ اور تحریکِ ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ احباب کا اس قدر اعتماد رہا۔ کہ متحدہ جمہوری محاذ بلوچستان کے دو بار صدر منتخب ہوئے اور اب پاکستان قومی اتحاد بلوچستان اور پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے پارلیمانی بورڈ کے صدر منتخب کئے گئے۔

مارچ ۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد بلوچستان نے انتخابات میں حصّہ نہیں لیا۔ اور انتخابات کا بائیکاٹ کیا مگر صوبہ بھر میں پاکستان قومی اتحاد بلوچستان نے جلسے منعقد کئے۔ اور عوام کو انتخابات کے بائیکاٹ کی وجوہات سے آگاہ کیا۔ اور انتخابات

انہیں حصہ نہ لینے کی تلقین کرتے رہے۔ جس کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد ہُوا۔ مختلف مقامات پر انہوں نے جلسوں سے خطاب کیا۔

مارچ ۷۷ء کے قومی اسمبلی کے انتخابات میں جو زبردست دھاندلیاں کی گئیں۔ اور نتیجہ میں پاکستان بھر میں جو عوامی تحریک چلی، بلوچستان میں بھی تحریک شروع ہوئی۔ اور ۱۳ مارچ ۷۷ء اور ۱۴ مارچ ۷۷ء کی درمیانی رات کو بارہ بجے گرفتار کر لئے گئے۔ مگر دوسرے دن رہا کر دیئے گئے۔ ۱۴ مارچ ۷۷ء کو دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہُوئے دوبارہ گرفتار کر لئے گئے۔ اور تقریباً ایک ماہ تین دن، ڈسٹرکٹ جیل کوئٹہ میں قید رہے۔ اور پھر رہا کر دیئے گئے۔ ۲۹ اپریل ۷۷ء کو بمعہ پانچ ساتھیوں کے لانگ مارچ میں شرکت کرنے کے لئے جب بذریعہ ہوائی جہاز اسلام آباد کے ہوائی اڈے پہنچے تو ان کو بمعہ ساتھیوں کے ہوائی اڈہ پر گرفتار کر لیا گیا اور تقریباً ۱۶ دن ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں رہے اور اس کے بعد ان کو ڈسٹرکٹ جیل کوئٹہ منتقل کیا گیا۔ اور ۱۵ جون ۷۷ء کو مذاکرات شروع ہونے پر رہا کر دیا گیا تحریک کے سلسلہ میں قریباً ڈھائی ماہ جیل میں رہے۔

ان کے حلقۂ ضلع پشین کے بہت مسائل ہیں۔ سب سے اہم مسئلہ آبپاشی کا ہے۔ لاکھوں ایکڑ زمین بنجر پڑی ہوئی ہے۔ زیرِ زمین پانی کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ سیلابوں کے پانی کو ذخیرہ کیا جا سکتا ہے۔ آب نوشی کے لئے پانی کی سخت ضرورت ہے۔ اکثر دیہاتوں میں سیلاب کا پانی کچے تالاب میں جمع کر کے مہینوں مہینوں اس کو استعمال کرتے ہیں۔ جو استعمال کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اور لوگ مختلف امراض میں مبتلا رہتے ہیں غربت کی وجہ سے اکثریت تعلیم حاصل کرنے سے قاصر ہے۔ کالجوں اور سکولوں کا اجراء عمل میں لانا چاہئے۔ اور مستحق اور غریب و نادار طلباء کی زیادہ سے زیادہ مالی امداد کرنی چاہئے۔ آمد و رفت کے لئے مزید سڑکیں تعمیر کرنی چاہئیں اور موجودہ سڑکوں کو پختہ کرنا چاہئے۔ زمینداری کو فروغ دینا چاہئے۔ محکمۂ زراعت کوئی توجہ نہیں دے رہا۔ بہت بڑے علاقے شلاً ہیزائی، پیر علی زائی، مسے زائی، قلعہ عبداللہ، عنایت اللہ کاریز، گلستان کاریز، عبدالرحمٰن زائی، دولنگی اور سگی میں... سینکڑوں کی تعداد میں ٹیوب ویل (باڈیاں) موجود ہیں۔ اور ڈیزل آئیل انجنوں سے پانی نکالا جاتا ہے۔ جن پہ بہت زیادہ اخراجات آتے ہیں۔ اور زمینداروں کو کافی محنت کے باوجود کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ اور وہ روز بروز مقروض ہوتے جا رہے ہیں اگرچہ ایوبی دور سے بجلی کے سلسلہ میں کوششیں جاری ہیں مگر خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہیں ہُوا ہے۔ سب ڈویژن چمن میں روزگار کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ آبپاشی کے لئے پانی کا فقدان ہے۔ کوئی کارخانہ موجود نہیں۔ وہاں کے باشندوں کو جلد روزگار مہیا کرنے کے لئے آبپاشی کے لئے زیرِ زمین پانی کو استعمال میں لانے کا انتظام کیا جائے۔ اور کارخانے تعمیر کرنے چاہئیں۔ ضلع پشین میں سیلابوں کی وجہ سے کاریزوں، مکانات، باغات، اور دیگر فصلوں کو ہر سال لاکھوں روپے کا نقصان پہنچتا ہے۔ بہت زیادہ تعداد میں حفاظتی بندات تعمیر ہونے چاہئیں دینی مدارس کی مالی امداد کرنی چاہئے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب صدر پاکستان قومی اتحاد اُن کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہُوئے ووٹروں سے یوں اپیل کی ہے:

"حاجی محمد زمان خان اچکزئی پاکستان قومی اتحاد صوبہ بلوچستان کے صدر اور جمعیت علماء اسلام صوبہ بلوچستان کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ اس سے قبل وہ سینیٹ کے ممبر رہے ہیں میرے نزدیک آپ قابلِ اعتماد ہیں۔ ان کی سیاسی تاریخ اور کردار بے داغ ہے۔ ان کی حمایت کرنا، انتخاب میں انہیں کامیاب کرانا ازحد لازم ہے مجھے امید ہے کہ ضلع پشین کے عوام انہیں کامیاب کر کے سیاسی اور اسلامی شعور کا ثبوت دیں

ظہیر میو

جمعیۃ طلباء اسلام ملک میں اسلامی نظام کا مکمل نفاذ چاہتی ہے

الٰہ آباد (وزیر آباد) میں شاندار افطار پارٹی میں قائد طلباء کا خطاب

گزشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام الٰہ آباد (وزیر آباد) کے کارکنوں کی طرف سے ایک شاندار افطار پارٹی ہیں قومی اتحاد کے مقامی نامزد کردہ ممبر قومی اسمبلی جناب حامد ناصر چٹھہ اور ممبر صوبائی اسمبلی جناب راجہ خلیق اللہ نے بھی شرکت کی۔ اس افطار پارٹی کے مہمان خصوصی قائد طلبہ جناب میاں محمد عارف صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان اور حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب جنرل سیکرٹری پاکستان قومی صوبہ پنجاب تھے اس افطار پارٹی میں جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے کارکنوں نے کافی تعداد میں شرکت کی۔ یہ افطار پارٹی بعد میں ایک عمومی اجلاس کی صورت اختیار کر گئی اور اس میں مقامی پیپلز پارٹی کے ممتاز راہنما جناب مقتدر خان نے اپنے ساتھیوں سمیت پیپلز پارٹی سے مستعفی ہو کر جمعیۃ علماء اسلام میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا۔ خان صاحب کی جمعیۃ میں شمولیت سے مقامی سیاست کا پانسہ پلٹ گیا ہے۔ انشاء اللہ یہاں سے پاکستان قومی اتحاد کے امیدوار ملک کے دوسرے علاقوں کی طرح بھاری اکثریت سے کامیاب ہوں گے۔ یاد رہے اس افطار پارٹی کا اہتمام جمعیۃ علماء اسلام کے محسن جناب میاں محمد شریف کے دولت کدہ پہ کیا گیا۔

اس افطار پارٹی کے اختتام پر قائد طلبہ نے جمعیۃ میں شمولیت کرنے والوں کو مبارکباد دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جمعیۃ طلباء اسلام ملک میں صرف اور صرف اسلامی نظام کا مکمل نفاذ چاہتی ہے اور اس مقصد کے لیے جمعیۃ طلباء اسلام کے جیالے کارکنوں بنفس نفیس ہر دو میں اور ہر تحریک میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آپ نے نوجوانوں کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ جس قوم کے نوجوان ظلم و تشدد سے نبرد آزما ہوتے ہیں اور باطل کے سامنے جھکنے کا تصور نہیں کر سکتے اس قوم کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی انہوں نے موجودہ تحریک میں جمعیت کے کردار کو سراہتے ہوئے فرمایا۔ موجودہ نظام مصطفیٰ ﷺ کی تحریک اور اس سے قبل کی تحاریک میں جمعیت نے جو شاندار کردار ادا کیا ہے۔ پوری قوم انہیں تحسین کی نگاہوں سے دیکھتی ہے انہوں نے آخر میں طلبہ کو قومی اتحاد کے نامزد کردہ امیدواران کی حمایت میں مکمل کوشش کرنے کی تلقین فرمائی۔

سکھر

گزشتہ جمعۃ المبارک کو مرکزی دفتر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ سکھر میں جمعیت طلباء اسلام سکھر کا اجلاس زیر صدارت سید سراج احمد شاہ امروٹی صدر جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ منعقد ہوا۔ اجلاس میں جمعیۃ طلباء اسلام سکھر شہر کے تنظیمی امور پر غور کیا گیا۔ مقامی عہدیداران اور ورکنگ باڈی کی تشکیل دی گئی۔ اور درج ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

کنوینر: حافظ اسد اللہ خالد

سیکرٹری: ... ضیاء الدین بھٹی

اور ورکنگ باڈی کے لیے درج ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

۱۔ ساجد علی (۲) بدر الدین قریشی

۳۔ محمد شاہد (۴) محمد حسین (۵) محمد سلیم

اجلاس میں صوبہ سندھ کے ناظم نور احمد سندھی اور صوبائی خازن غلام قادر بروہی نے بھی شرکت کی۔

افطار پارٹیاں اور مجالس شبینہ

رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں پورے ملک میں جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکنوں نے افطار پارٹیوں کا اہتمام کیا۔ اور اپنے اپنے مقامی دفاتر میں مجالس شبینہ کا اہتمام کر کے قرآن خوانی کی گئی۔

گزشتہ دنوں دفتر جمعیۃ طلباء اسلام حافظ آباد میں ایک عظیم الشان افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے نائب صدر ظہیر میر اور محمد فاروق شیخ صدر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ نے شرکت کی اس تقریب کے مہمان خصوصی جناب حکیم اقبال احمد صاحب اور چوہدری محمد شفیع صاحب تھے۔ اس افطار پارٹی میں جمعیۃ طلباء اسلام حافظ آباد کے بہت سے کارکنوں نے شرکت کی

گزشتہ روز دفتر جمعیۃ طلباء اسلام گکھڑ میں ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ اس افطار پارٹی میں حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب جنرل سیکرٹری پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ دریں اثنا دفتر جمعیۃ طلباء اسلام گکھڑ میں ایک مجلس شبینہ کا اہتمام کیا گیا۔ مختلف حفاظ کرام نے تراویح کے اندر قرآن پاک تلاوت فرمایا

بہاولنگر

گزشتہ روز جمعیت طلباء اسلام بہاولنگر کے زیر اہتمام کارکنان کی طرف

میں ایک شاندار افطار پارٹی منعقد ہوئی اس تقریب میں ایک صد کے قریب طلباء نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا محمد شریف صاحب مدظلہ العالی نے فرمائی اور فضل سیما ایڈووکیٹ صاحب بطور مہمانِ خصوصی شریک ہوئے۔

جمعیۃ میں شمولیت

جمعیت طلباء اسلام کے پروگرام سے متاثر ہوکر بہاولنگر کے مندرجہ ذیل طلباء نے جمعیۃ میں شمولیت کا اعلان فرمایا۔

۱۔ محمد یسین اظہر ۲۔ محمد ایوب (۳) ابراہیم بودلہ (۴) عبدالحق (۵) رفیع احمد (۶) غلام فاروق ڈوگر ۷۔ احمد حسن (۸) محمد ایوب وٹو (۹) محمد عبداللہ شیخ محمد امین۔

ایک بیان میں جمعیت طلباء اسلام ضلع بہاولنگر کے صدر جناب ملک خلیل احمد اعوان نے شامل ہونے والے حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں دلی مبارکباد دی ہے۔

بھوئی گاڑ

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام بھوئی گاڑ کے کارکنوں کا ایک اجتماع صدر جمعیۃ طلباء اسلام بھوئی گاڑ جناب حسین احمد قریشی کی صدارت میں منعقد ہوا جناب حسین احمد قریشی صاحب نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیۃ طلباء اسلام کے قیام کا مقصد نظام قرآنی کی تعلیم سے طلبہ برادری کو آگاہ کرنا ہے حسین احمد قریشی صاحب نے درج ذیل حضرات کو عہدیدار منتخب کیا ہے۔

نائب صدر.... جناب عبدالدیان

ناظم عمومی..... بدرالدین

ناظم..... خالد محمود

گوجرانوالہ

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کی طرف سے دفتر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ میں ایک شاندار عید ملن پارٹی کا اہتمام کیا گیا اس تقریب میں جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے کارکنوں کی بھاری اکثریت کے علاوہ گوجرانوالہ کی ممتاز شخصیات نے بھی شرکت کی۔ یہ تقریب سعید جناب محمد فاروق شیخ صاحب صدر جمعیت طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی اس تقریب میں قائد طلبا جناب میاں محمد عارف اور حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب جنرل سیکرٹری پاکستان قومی اتحاد صوبہ پنجاب نے بطور مہمانِ خصوصی شرکت کی۔ اس تقریب میں ظہیر میر اور قائد طلبہ میاں محمد عارف کے علاوہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے طلباء سے مفصل خطاب فرمایا حضرت مولانا زاہد الراشدی نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ پاکستان قومی اتحاد برسرِ اقتدار آنے کے بعد نظامِ تعلیم میں انقلابی تبدیلیاں کرے گا۔ آپ نے کہا کہ موجودہ نظامِ تعلیم فرنگی دور کی یادگار ہے جس نے طلبہ کو ذہنی انتشار اور انارکی کے سوا کچھ نہیں دیا ہم چاہتے ہیں کہ اس نظام کو پاکستان کی نظریاتی اساس پر از سر نو استوار کیا جائے تاکہ نئی نسل ملی و دینی شعور سے پوری طرح بہرہ ور ہوکر اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے کما حقہ عہدہ برا ہو سکے۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان قومی اتحاد کے منشور میں طلباء کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے قرآن وسنّت کے مطابق بنانے اور فارغ التحصیل طلباء کو روزگار مہیا کرنے کے بارے میں اہم دفعات شامل ہیں

لاہور

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام لاہور حلقہ باغبانپورہ کی طرف سے مقامی قومی اتحاد کے نامزد کردہ ممبر قومی اور صوبائی اسمبلی کے اعزاز میں ایک عظیم الشان افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے نائب صدر نے بھی تقریب میں شمولیت کی۔ قومی اسمبلی کے امیدوار جناب محمد حنیف رامے نے خطاب کرتے ہوئے جمعیتہ طلباء اسلام کے کردار کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ [illegible] نظام مصطفیٰؐ کی تحریک میں [illegible] صدر جمعیت صوبہ پنجاب [illegible] مقامی نامزد کردہ [illegible] طرف سے مکمل تعاون [illegible] طلباء اسلام کے مقامی کارکنوں کو انتخابی مہم میں بھرپور حصّہ لینے کی تلقین کی۔ اس تقریب سے خان اقبال خان نامزد کردہ ممبر برائے صوبائی اسمبلی اور محمد ادریس ضلعی صدر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع لاہور نے بھی خطاب فرمایا۔

ایمن آباد

جمعیۃ طلباء اسلام ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ ایک فعال حیثیت سے کام کر رہی ہے پچھلے دنوں جمعیۃ طلباء اسلام ایمن آباد کے کارکنوں کی طرف سے ایک عظیم الشان افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ مقامی نامزد ممبران قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی نے بھی دعوت افطار میں شرکت کی۔ جمعیۃ طلباء اسلام ضلع گوجرانوالہ کے صدر جناب محمد فاروق شیخ صاحب نے بطور مہمانِ خصوصی اس پروقار تقریب میں شمولیت کی بعد میں طلبہ کے ایک بھرپور اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ضلعی صدر نے طلبہ کو محنت لگن اور خلوص سے کام کرنے پر دلی مبارکباد دی۔ شیخ محمد فاروق نے کہا کہ مجھے امید ہے اگر آپ لوگوں نے اسی طرح اپنی کوششوں کو جاری رکھا تو انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب ہم اس ملک میں اسلامی نظام کی منزل کو پالیں گے۔ ضلعی صدر نے تمام کارکنوں کو موجودہ انتخابی تحریک میں بھرپور حصّہ لینے اور قومی اتحاد کے امیدواروں کو کامیاب کرانے کی تلقین کی۔